گر اعتبار وفا ہوتا

رُخ چودھری

اسے یوں محسوس ہوا جیسے شاداب کے جلے ہوئے چہرے کی ساری حدتیں اس کے پورے وجود پر حاوی ہو گئی ہوں ارد گرد شعلوں کی لپیٹیں اٹھ رہی تھیں اور جسم و جان چٹاخ چٹاخ جلتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ اندر تک تپش حاوی ہو گئی تھی سسکی سی لبوں سے خارج ہوئی، نفیس مزاج لڑکی کا نفس اتنا بھیانک منظر برداشت نہ کر پایا۔ جھرجھری سی لے کر منظر سے نگاہیں ہٹائیں۔

ارد گرد جتنے لوگ کھڑے تھے وہ اسپتال کے سب ارکان تھے جن کا واسطہ شاداب کے چہرے سے بھی بھیانک کتنے ہی ہیبت ناک مناظر سے پڑتا رہتا ہوگا لیکن وہ اس کی کیفیات سمجھ رہے تھے اور اس خوبرو اور نو تجربہ کار وکیل لڑکی کے خیالات سے بھی آگاہ تھے کہ یہ محشر تازہ ہی اٹھا ہے چوبیس پچیس سال کے عرصے میں۔

اور یہ سچ تھا کس طرح اس نے اس روح کو سوختہ کرنے والے ماحول میں خود کو سنبھالا تھا۔ سفید بیڈ پر ملکے سے کپڑے سے ڈھکا ہوا جو نسانی وجود پڑا تھا وہ چیخ چیخ کر اپنے اوپر کسی بھیانک قصے کا بھیانک منظر پیش کر رہا تھا چھبیس سالہ شاداب کا جلا ہوا مسخ وجود کسی مجرم کے تازہ جرم کی گواہی دے رہا تھا۔ سفید سفید چمڑی کے بیچ نکلے ہوئے سرخ و سفید چربی کے سے ریشے اور لٹکتا ہوا گوشت کا لوتھڑا اندر تک قیامت بپا کر رہا تھا۔ چہرے کا دوسرا بے جلا حصہ اس کی سابقہ خوب صورتی کا واضح کا ثبوت تھا۔

کیسے کالے لوگوں کی بھینٹ چڑھی ہوگی یہ معصومیت جن کا دل بھی کالا ہوگا اور خون سفید کہ اپنے جیسے ایک انسان کو اپنی سفاکیوں کی بھینٹ چڑھا دیا۔

کہتے ہیں انسان کا دل کعبہ ہے۔ شیشے سے بھی نازک ہے۔ موم سے بھی زیادہ نرم، پھول سے زیادہ کومل پھر یہ تشبیہات و استعارات کس دن کے لیے صادق ہیں؟

اگر انسان اتنے ہی نرم و نازک ریشوں کے تانوں بانوں سے بنا پتلا ہے تو یہ ظلم ڈھانے والے ہاتھ کس کے ہیں؟

کیا شیطان سے کوئی ہاتھ نمودار ہوتا ہے اور سفاکیاں ڈھا کر نکل جاتا ہے یا کوئی غیر مرئی شے انسان کے وجود نفس کے تار و پود بکھیر کر نکل جاتی ہے کیوں کہ انسان کا دل تو پھول، موم اور شیشے سے بھی زیادہ لطیف شے ہے۔ وہ تو ایسے چند انسانی مظالم کے متعلق سوچتا بھی نہیں ہوگا؟ ڈھیروں تلخیوں کا دھواں اپنے اندر اتار لیتا ہے۔

"آپ لوگ پلیز باہر جائیں، میں کچھ تفصیلات جاننا چاہوں گی اس خاتون سے۔" اپنے ساتھ آئے ہوئے ملازم اسپتال کے اسٹاف اور بے چین ہوتے صحافی حضرات کو دیکھتے ہوئے وہ ملتمس ہوئی۔

"میڈم! ہم تھوڑا سا ہی ٹائم لیں گے پلیز۔" روزنامہ 'النساء' کی رپورٹر اپنا کام جلد از جلد نمٹانا چاہتی تھی۔

"میں بھی آج اس موڈ میں نہیں کہ سارا کیس لے جاؤں چند چیدہ چیدہ باتیں پوچھنی ہیں۔" وہ جانتی تھی کہ اس سے پہلے آئی ہوئی رپورٹر کا تھوڑا سا کام کتنا ہے۔

بہت حد تک دل و دماغ پر بوجھ لیے وہ پاس پڑے بینچ پر بیٹھ گئی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے سارے سوالات گم ہو گئے ہوں۔ شاداب نے اپنی مندی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھا پلکیں تک جھلس گئی تھیں۔

"آپ وکیل صاحبہ ہیں؟" کتنا درد سمٹ آیا تھا اس کی آواز میں۔

"ہاں مجھے پتا چلا تھا تمہیں اپنے حق کے لیے لڑنے والا چاہیے۔ اپنے اوپر گزر جانے والے اس المناک واقعے کے خلاف آواز اٹھانے کے لیے۔"

بہت مشکلوں سے ہمت کو رخت سفر باندھنے کے لیے تیار کیا کہ یہ ایڈووکیٹ نیازی صاحب کا حکم بھی تھا انہوں نے ہی اسے بھیجا تھا کہ ابھی آسان کیس ہاتھ میں لو تاکہ مہارت حاصل ہو اور یہ سیدھا سادا چولہا پھٹنے والا قصہ تھا جو ہر لالچی سسرال میں سنایا جا رہا ہے، ہر اس بہو کو جو کم جہیز لانے کی گناہ گار ٹھہری ہو۔

شاداب کی ایک آنکھ کے کونے پر آنسو آکر ٹھہرا تھا۔

"روؤ نہیں، مجھے واضح طور پر ہر بات بتاؤ، میں تمہاری جوانی تو واپس نہیں لاسکتی لیکن اس قصے کے قصور وار مجرم کو سزا دلوا کر رہوں گی تاکہ آئندہ ایسے اقدام کرنے سے قبل لوگ محتاط ضرور ہو جائیں۔"

کیا گزرتی ہوگی ذہن و دل پر جب اپنی خوب صورتی کی جگہ ایک بھیانک روپ آئینے میں دیکھتی ہوگی۔

"میرے پاس جو کچھ بھی ہے سب آپ کا ہے جی، سب آپ کو دان کردوں گی لیکن آپ ان لوگوں کو کیفر کردار تک ضرور پہنچانا، بس میں سمجھوں گی شاداب کی شادابی لوٹ آئی ہے۔"

"گھبراؤ مت اعتماد رکھو مجھ پر۔"

"وہ لوگ بہت امیر لوگ ہیں، کہیں آپ کو نہ پھنسالیں۔"

"کون لوگ؟"

"وہ میرے سسرال والے، میرا خاوند بہت دولت مند ہے، مجھے ڈر ہے کہیں آپ مجھ سے بدل نہ جاؤ، کہیں لالچ میں نہ آجاؤ۔" حالات و اعتبار بری سے طرح ڈسی ہوئی وہ عورت تھی۔

"میرے پاس اللہ کا دیا ہوا سب بہت کچھ ہے۔ ناجائز کی تمنا نہیں شاداب تم بھروسا رکھو۔"

"بڑے بڑے بھروسے والوں کی کایا پلٹتی دیکھی ہے بی بی، اب تو انسان مجھے ایک گرگٹ سے زیادہ کچھ محسوس نہیں ہوتا جو پل میں رنگ بدل لے۔ بڑے شرفاؤں کے خاندان سے لوگ مجھے بیاہنے آئے تھے اور شرافت و نجابت کی بنیادیں اپنی باتوں سے ہی ایسی بٹھائی تھیں کہ ابا کو ہاں کرنا پڑی لیکن شریف لوگوں کے کارنامے آپ کو میرے وجود پر نظر آرہے ہوں گے۔"

وہ محض گہری سانس لے کر فائل کے کاغذات پھڑ پھڑانے لگی۔

"تمہارے کیس کی اسٹڈی کر کے اور اسے جیت کر ہی تمہارے اعتماد کا ثبوت دوں گی۔ فی الوقت لفظوں سے کام لینا میں پسند نہیں کرتی۔ خدا پر تو بھروسا ہے نا تمہیں۔ سمجھ لو میں اسی ذات پاک کی طرف سے وسیلہ ہوں۔" پوری طرح اسے اعتماد میں لینا تو تھا نا۔

"بنیادی وجہ کیا تھی تمہارے ساتھ اس سانحے کی؟"

"میں اپنے گھر کا بچا کھچا بھی ان کے آگے پیش کرتی رہتی تو یہ لوگ خوش ہیں لیکن کب تک جی برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ ابا نے چھوٹی بہن کے لیے جو جمع پونجی اکھٹی کی تھی، اب یہ لوگ اس پر نگاہ جما کر بیٹھے تھے۔ روز کسی نہ کسی بہانے مجھے ابا کے گھر بھیجتے۔ آج بڑی بیٹی کے بچے کا عقیقہ ہے، فلاں کی منگنی، فلاں کو منہ دکھائی دینی ہے اگر اپنی حیثیت کے مطابق نہیں دیں گے تو برادری والے کیا سوچیں گے؟ مجھے ان تین سالوں میں ابا کے آگے ہاتھ پھیلا پھیلا کر شرم آنے لگی تھی۔ اور جب اس روز میں نے انکار کیا تو بات بہت بڑھ گئی۔ پھر میری ساس نے باورچی خانے میں مجھ پہ مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگا دی تب میری چیخ و پکار سے محلے والے بھی آنے لگے تو باہر نکل کر ماتم کرنے لگی کہ چولہے کے قریب اوپری طاق پر رکھا مٹی کا تیل گر گیا اور آگ لگ گئی۔"

"تمہارا شوہر موجود تھا اس وقت؟"

"جی ہاں ماں کے ساتھ اس نے مدد تو نہیں کی آگ لگانے میں لیکن جو کچھ میری ساس نے کیا اس میں مداخلت بھی نہیں کی۔ مجھے غصے میں بھرا دیکھتا رہا جب محلے والے آنے لگے تو ماں کے ساتھ مل کر آہ و فغاں کرنے لگا۔"

"جب اتنے ہی صاحب حیثیت وہ لوگ تھے تو اپنی حیثیت دکھاتے لوگوں کو، غیر کی بچی سے کیا تقاضے کرتے رہے۔"

"لالچ نے بھی انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑا ہے جی، ہوس آنکھوں میں آجائے تو ہر جانب دھند بکھر جاتی ہے۔ اپنے پرائے کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ بہو کو تو یہ لوگ خزانے کی کنجی سمجھتے ہیں، جب جی چاہے خزانہ طلب کرلو۔"

"بچے ہیں تمہارے؟"

"اس بات کا تو اور غبار بھرا ہوا تھا ان کے اندر کہ تین سالوں کے اندر ان کی نسل بڑھانے والی اولاد نہیں ہوئی۔ ان کے سارے غصے نے میرا حشر بگاڑ دیا۔"

قدم قدم پر یہی کہانی ملے گی بس کردار بدلے ہوئے ہوتے ہیں لوگ آخر فرسودہ روایات کا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟ آج ایک شاداب جھلسی ہوئی ملی ہے کل، کو کوئی اور ایسے ہی بیڈ پر لیٹی ملے گی۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ اسلام کے ماننے والے ہو کر بھی غیر اسلامی کام ہم لوگ کر رہے ہیں آخرت تک کا حساب کتاب بھلا ڈالا ہے۔ کیا فرق رہ گیا تھا اسلام سے قبل اور آج کے لوگوں میں، وہ اپنی بچیوں کو زندہ گاڑ دیا کرتے تھے آج اسی صنف کو جلا کر، مار پیٹ کا نشانہ بنا کر اسی دور کا ثبوت دے رہے ہیں۔

وہ ہلکا ہلکا کراہ رہی تھی شاید زخموں نے بھی بولنا شروع کر دیا تھا۔

"اچھا شاداب میں پھر آؤں گی خدا تمہیں ہمت دے۔ بے فکر رہو، تمہارا حساب کتاب میں لے باقی ضرور کروں گی۔" اس نے بے چارگی سے سر ہلایا۔ وہ کھڑی ہو گئی تھی۔

زندگی میں کتنا تضاد اسے نظر آیا تھا۔ لوگوں کے بیچ کہنے کو سب کے سب آدم خاکی تھے وہ بھی اور شاداب جیسی عورتیں بھی لیکن دونوں کے منصب کس قدر مختلف تھے کوئی اپنے سارے حقوق کو سر پہ تاج کی طرح سجائے استادہ تھا اور کوئی انہی حقوق کو دوسروں کے قدموں پہ وار کر بھی برا۔

شاداب کا کیس وہ جیت جائے گی اتنا تو اعتماد خود پر تھا لیکن اس کا حسن، مان، نسوانیت کا فخر، نفس کی آن وہ واپس دلا سکے گی۔ بہت سارے سوال ڈسنے کو تیار تھے اسے۔

ریموٹ ہاتھ میں لیے بس چینل بدل رہی تھی لیکن ایک چینل پر بھی اس کا دھیان نہیں تھا۔ جب جیتا جاگتا تماشا اس کے آگے موجود تھا پھر یہ خود ساختہ مناظر کیا حیثیت رکھتے تھے۔

اسی حساسیت کو دیکھتے ہوئے اس کے مزاج کو سمجھتے ہوئے امی نے بارہا لاء پڑھنے سے منع کیا تھا۔ واضح الفاظ میں کہا تھا کہ وہ نہ اسے پری میڈیکل میں جانے دیں گی، نہ کسی اور ایسی فیلڈ میں جہاں دن رات دل اندوہ واقعات سے واسطہ پڑتا رہے۔ ہاں پری انجینئرنگ پڑھ لو میں نہیں ٹوکوں گی۔ فائن آرٹس لے کو بہت کامیاب رہو گی۔ تمہاری وضع قطع ہے بھی بالکل آرٹسٹک وہ ہنس پڑتی۔

"امی جان! اپنی بات منوانے کے لیے مجھے بلیک میل خوب کر رہی ہیں آپ۔"

"ذہنی استعداد دیکھ کر ہی بات کی جاتی ہے۔ میں غلط بالکل نہیں کہہ رہی۔" انہیں اتنا مان تھا اپنے کہے پر۔

"آپ کی کوئی بات غلط ہو بھی نہیں سکتی میری ڈیئر امی لیکن ابو کی خواہش کا احترام کرنا ہے مجھے۔ جو مجھے لائر کے روپ میں دیکھنا چاہتے تھے۔"

"اتنا حساس بھی انہوں نے ہی تمہیں بنایا اور پھر اتنا بڑا معرکہ بھی سر کرنے کو کہہ گئے، تم اپنی ذہانت خود اچھی طرح جج کرسکتی ہو کہ کونسی فیلڈ تمہارے لیے بہتر ہے۔ والدین کا ٹانگ اڑانا تو مجھے خود پسند نہیں۔"

"نہیں امی آپ تو ناراض ہی ہو رہی ہیں۔"

"نہیں ایسی بات نہیں۔"

"والدین ہمارے لیے رہنمائی مہیا کرتے ہیں، ٹانگ اڑانے کی کیا بات ہے۔"

"اب تمہاری راہ نمائی کون کرے گا؟"

"نیازی انکل۔۔۔" ابو کے کلوز فرینڈز کا نام لیا کیوں کہ ان ہی کے سامنے بارہا انہوں نے کہا تھا میری بیٹی تمہارے ہاتھ کا علم تھامے گی اور ان کے انتقال کے بعد قدم قدم پر نیازی انکل نے ان کے اقوال دہرائے۔ پھر جان سے زیادہ عزیز ابو کا کہنا کیسے ٹال سکتی تھی۔ سو ان کی خواہش کی بنیادوں پر عمارت تعمیر کرنے کے لیے سرگرم عمل ہو گئی۔ امی زیادہ مطمئن نہیں تھیں لیکن اس کی محنت اور جذبہ دیکھ کر سرد ضرور پڑ گئی تھیں۔

لیکن آج شاداب کا وجود اس کے اعصاب

جھنجھوڑنے کے لیے کافی تھا اور کافی دیر سے بیٹھی بک پڑھنے کی غرض سے اسے ہی سوچے جا رہی تھی۔

"کیا بات ہے سحاب۔ مغرب کا وقت ہو رہا ہے تم نکلی ہی نہیں اس وقت کتاب کھول کر مت بیٹھا کرو۔" امی جانے کب اندر آ کر کھڑکی کے پردے سرکانے لگیں۔ واقعی ملگجا سا اندھیرا پھیلنے کو تھا۔

"آپ بوتیک میں تھیں میں نے سوچا جب تک کچھ اسٹڈی ہی کر لوں۔"

"کیوں کوئی نیا کیس ہاتھ لگا ہے کیا؟"

"ہاں نیازی انکل نے بھیجا ہے۔ وہ کیس نیا ہے امی بس ایک روایت ہے، جو ہر لالچی گھرانوں میں دھرائی جاتی ہے اور دھرائی جاتی رہے گی۔ رشتوں کا تقدس پامال ہوتا رہے گا۔ وہی بہو کے جلنے کا قصہ۔" اس نے نماز کی غرض سے واش روم کا رخ کیا۔ بظاہر تو سرسری لہجے میں ہی بیان کیا تھا۔ لیکن ان کے لیے فکر کے در وا تھے۔ وہ وضو کر کے آئی تو امی ہنوز اسی پوزیشن میں بیٹھی تھیں۔

"میں تمہیں کچھ کہہ بھی نہیں سکوں گی کہ اپنے مرحوم باپ کی آرزوؤں کو دہرانے لگو گی تم۔" نہ چاہتے ہوئے بھی وہ ہولے سے ہنس پڑی۔

"فکر مت کیا کریں۔"

"ہاں زمانے بھر کے افکار پالنے کے لیے تم جو رہ گئی ہو۔"

"امی آپ دعا کیا کریں میں جو بھی قدم اٹھاؤں کامیابی ہی میری منزل ٹھہرے۔"

"پہلے بھی دو کیس تم جیت چکی ہو۔"

"ہاں اور اس کیس میں میں ذاتی طور پر انوالو ہوں کہ ایک عورت کی پامالی کا معاملہ ہے۔"

"بس بس کیس کو کیس تک ہی رکھو، آفس ورک کو ذاتیات میں داخل ہونے کی دعوت مت دیا کرو۔ دنیا مسائل سے بھری پڑی ہے انسان کی اپنی زندگی اتنی سستی تو نہیں کہ سوچوں کے حوالے اسے کر کے برباد کر دی جائے۔ اور عمر دیکھی ہے تم نے اپنی؟"

"سوچوں کا عمر سے کیا تعلق امی؟" اس کی پرسکون مسکراہٹ ہی انہیں سلگایا کرتی کہ خود ساختہ افکار پر بھی وہ خود کو قصوروار نہیں سمجھتی تھی۔

"اور آپ میرے حوالے سے اتنی فکرمند نہ رہا کریں۔ سارے کام تو آپ کے ترتیب دیے ہوئے معاملات کے مطابق ہی تو کرتی ہوں۔ غذا مناسب لیتی ہوں۔ جس وقت چاہتی ہیں اس وقت سو جاتی ہوں۔ بوتیک میں ڈیزائننگ بناتی ہوں۔ میری زندگی کا چارٹ تو آپ نے ترتیب دیا ہے۔ خوامخواہ میرے ابو کو قصوروار سمجھتی رہتی ہیں۔"

"اتنا بھی تمہارے پیچھے نہ لگی رہوں تو جانے خود سے کتنی بے پروا رہو تم!"

انہیں ہمیشہ سے ہی یہ گلہ تھا وہ ان کی بات نہیں سمجھتی۔ شاید بہت پہلے سے جب وہ ان کی نصیحتوں کو سرسری طور پر سنا کرتی اور ابو کی بات بلا چون چرا مان لیا کرتی تھی یا اس وقت سے جب انہی کی خواہش پر اپنے پروفیشن کا بھی انتخاب کر لیا۔ ایک ذرا سی گرہ ان کے دل میں ضرور پڑ گئی تھی اس کے اس طرز عمل سے۔ اب وہ خواہ انہیں کتنا ہی بہلا لیتی مگر گرہ کھلتی نہ تھی۔ اسے امی کی اس خلش کا اندازہ بھی نہیں تھا۔ وہ یہی سوچتی ہر ماں کی طرح امی فکرمند رہتی ہیں۔

"ہاں بیٹا گئی تھیں تم اس عورت کے پاس؟" نیازی انکل شاداب کے متعلق ہی پوچھ رہے تھے۔

"جی انکل گئی تو تھی اور فائل بھی کر لیا ہے اس کے کیس کو۔"

"پھر کام شروع کر دو۔" نیازی صاحب شاید کسی پیچیدہ معاملے میں الجھے ہوئے تھے۔ موٹی موٹی کتابوں کے حصار میں نظر آئے تھے۔

"میں تو ایک کام کے سلسلے میں کوئٹہ جا رہا ہوں جب میں آؤں تو تمہاری جیت ہی دیکھنا چاہوں گا۔"

"انشاء اللہ میں جیتوں گی لیکن انکل وہ عورت اپنے اوپر گزر جانے والے المیے پر ٹوٹ تو لے گی لیکن کیا اس کی عزت نفس کی جو پامالی ہوئی ہے وہ واپس آ جائے گی؟"

"ہو سکتا ہے۔ انسان کی پشت پر ڈھال ہی چاہیے نا۔ اپنی سرخروئی مل جائے گی اور کیا چاہیے اسے۔"

"اور وہ جس میں اس نے شعلوں سے کھیلنے کی اذیت جھیلی؟"

"یہ اس کی قسمت تھی جسے جھیلنا ہی تھا۔ قسمت پر نہ تم قادر ہو نہ میں، پھر گزرے ہوئے لمحوں کا حساب کیا اس عورت کی جیت تمام غموں کے لیے پھاہے کا کام کرے گی؟"

کہہ تو وہ بھی صحیح رہے تھے پوری تندہی سے جت گئی تھی اپنے مشن میں کہ گزرے لمحوں کے زخموں پہ مرہم رکھنا تھا۔ شاداب اب اس گھر میں رہنا ہی نہیں چاہتی تھی اور سسرال والے طلاق پر راضی نہ تھے۔

"پھر اس گھر سے نکل کر کہاں جاؤ گی تم شاداب؟ ماں باپ تو تمہارے زندہ نہیں ہیں۔"

"دو کسی کے گھر جھوٹے برتن دھولوں گی جی، پر دشمن کے پاس نہیں رہنا۔ ان حالات میں چاہتا بھی کون وہاں رہنا جہاں عورت کی حیثیت جانور سے بھی بدتر ہو۔"

لیکن جانے کیا ہوا، اپنی پوری محنت کے باوجود دن رات اسٹڈی کے باوجود پہلے مرحلے پر اس کا کیس کمزور پڑ گیا۔

وہ ہکا بکا رہ گئی۔

"نہیں یہ جھوٹ ہے شاداب کو آگ اتفاقیہ طور پر نہیں لگی یا حادثاتی طور پر نہیں بلکہ سوچی سمجھی پلاننگ ہے۔ سارا محلہ گواہی دے رہا ہے کہ ان کے گھر آئے دن چپقلش چلتی رہی ہے۔ اس کا شوہر کئی بار دھمکیاں دے چکا تھا کہ وہ شاداب کا برا حشر کرے گا۔ زبان کھولنے پر پھر یہ اندھا اعتقاد کیوں؟" وہ وکیل استغاثہ کے سامنے چیخ پڑی۔

"وکالت محض مفروضوں یا الفاظوں پر یقین نہیں رکھتی محترمہ ایک ماں اپنے بچے کی آوارہ گردیوں پر متعدد بار کہتی ہے کہ دوبارہ گھر سے گھوم کر گئے تو ٹانگیں توڑ دوں گی لیکن وہ سچ مچ ٹانگیں نہیں توڑ دیتی۔ وہ دھمکی محض اس کا وقتی غصہ ہوتی ہے۔"

"خونی رشتے کو آپ باندھے گئے رشتے سے منسلک مت کریں شوہر کی نفرت اور ایک ماں کے غصے میں بہت فرق ہوتا ہے۔ شوہر کی نفرت جنم لیتی ہے، ماں کا غصہ خود ساختہ ہوتا ہے، جو ہر بار ختم ہو جاتا ہے اولاد کی صورت دیکھتے ہی۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنے موقف پر ڈٹی رہی۔

مبین سراج نے گہری سی سانس لی۔

"یور آنر میں اگلی پیشی پر حقائق کا ثبوت پیش کرنا چاہوں گا۔"

عدالت اگلی سماعت تک کے لیے ملتوی ہو گئی وہ گنگ بیٹھی رہ گئی۔ کس دھڑلے سے لوگ اپنی غلطیوں کی پردہ پوشی کرنے کے لیے حلف اٹھا کر بڑے بڑے جھوٹ بولنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ آخرت کا بھی ذرا خیال نہیں کرتے۔ شاداب کا شوہر بڑی صفائی سے اپنے جرم کی پردہ پوشی کرے گا کہ شاداب چولہے میں تیل میں ڈالنے کے بعد بوتل اوپر رکھ رہی تھی کہ بوتل ذرا سی ہاتھ کی لرزش سے گری اور جلتا ہوا چولہا بھڑک اٹھا۔ جب ہم نے چیخ سنی تو باہر آئے تو دیکھا آگ اس کے کپڑوں کو بھی لگ چکی تھی۔" اسے گمان تھا اسی قسم کی تاویلیں پیش کریں گے۔

"اب دیکھنا بیگم صاحبہ وہ اگلی بار کہیں نہ کہیں سے گواہ بھی پکڑ لائے گا۔ پیسے شائد انہی دنوں کے لیے بچا کر رکھے تھے اس نے کہ کسی کو بھی نواز کر اپنی ساری غلطیوں سے جان چھڑا لے گا۔ منہ بند کرائے گا۔" وہ بہت آزردہ تھی۔

"جب وہ اتنا ہی پیسے والا ہے تو ایک گیس کا چولہا نہیں لگوا سکتا تھا؟" اسے رہ رہ کر اس کے خوبرو مگر غلیظ دل والے شوہر سے نفرت محسوس ہو رہی تھی۔

"اس علاقے میں ابھی گیس پہنچی نہیں جی، بس مکان نئے نئے تعمیر ہو رہے ہیں۔"

اگلی بار مبین سراج گواہی لے کر آیا تھا۔ وضع قطع سے وہ متوسط طبقے کی عورت ہی لگ رہی تھی۔ اس کے بیان کے مطابق۔

"دوپہر کے وقت میں گیلے کپڑے پھیلانے چھت

پر گئی تھی۔ ان کا باورچی خانہ اور اس کا ہر منظر سامنے سے بھی نظر آتا ہے۔ میں نے دیکھا شاداب بوتل اوپر رکھ رہی تھی کہ بوتل گری اور آگ بھڑک اٹھی۔ میری چیخ سن کر جب تک میری بیٹی اور شوہر اوپر آئے شاداب کے شوہر اور ساس کمرے سے باہر آکر اسے باورچی خانے سے باہر نکال چکے تھے اس پر کمبل ڈالا اور آناً فاناً ہی ہسپتال لے گئے۔"

خاتون بیان دے کر بہت پرسکون تھی اس کا دل چاہا پوچھے کتنے پیسے لیے ہیں اس کہانی میں رنگ بھرنے کے۔

وکیل استغاثہ نے پرفخر نگاہوں سے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو "تمہاری جیت مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔"

"یور آنر میری موکلہ کا بیان ہے کہ اسے باورچی خانے میں آگ لگا کر دروازہ بند کردیا گیا تھا" اگر ایسا ہوتا تو یقیناً باورچی خانے کی دیگر اشیا کو بھی آگ لگ جاتی لیکن تحقیقات کے نتائج یہ ہیں کہ باورچی خانے کے ایک حصے پر طاقوں میں لگے اخبار کے کنارے جل گئے اور بعد میں اسی حصے پر رکھی اشیا خاکستر ہو گئیں اگر باورچی خانے کا دروازہ بند کردیا جاتا تو سارا ایریا لپیٹ میں آجاتا جس سے واضح طور پر ثبوت ملتا ہے کہ آگ لگائی نہیں اتفاقیہ طور پر لگی جس کے بعد خاتون کو اس کے شوہر اور ساس باہر نکال لائے شوہر نے اس پر کمبل لپیٹا اور ساس نے باورچی خانے کی بھڑکتی آگ بجھائی۔"

"بی بی جی یہ لوگ بہت سارا پیسہ وکیل پر لٹا کر کیس جیت جائیں گے آپ جیت نہیں پائیں گی۔"

شاداب کا سسکتا لہجہ قیامت بپا کر گیا۔

فیصلہ اس کے شوہر کے حق میں ہو گیا تھا۔ شاداب کو اس کے شوہر نے بلاچون چرا طلاق دے دی۔

اگر دونوں کے درمیان کوئی تنازعہ ہی نہ تھا تو اتنی آسانی سے اس نے طلاق کیسے دے دی؟

مبین سراج ناجائز مال کھانے والا تھا۔ ساری رپورٹیں جو اس نے مجسٹریٹ کو پیش کی تھیں سب کی سب اسے جھوٹ پر مبنی لگی تھیں۔

ایک تو شکست اس نے کھائی ایک مرد سے جس کا پورا معاشرہ تھا۔ دوسرے شاداب کی عزت نفس کی پامالی لوٹا نہ سکی۔ تیسرا سب سے بڑا قلق یہ تھا کہ اگر معاشرے کے یہ بڑے ٹھیکے دار بھی حرام کھانے لگیں گے تو غریب اور ضرورت مندوں کو ان کا حق کون دلائے گا۔

اس کے اندر آتش فشاں بپا تھا۔ بے حد شکستہ قدموں سے نکلی۔ سب لوگ اپنی اپنی بولیاں بولتے ہوئے باہر نکل گئے۔ آخر میں مبین سراج بھی اپنے پورے قدو قامت سمیت، گرے پینٹ اور وائٹ گرے لائینوں والی شرٹ میں ملبوس تیز تیز قدموں سمیت اپنے دو دوستوں کے ہمراہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھا وہ جو درخت سے ٹیک لگائے بہت کچھ سوچنے پر مجبور تھی تیزی سے اس کی طرف لپکی رواں رواں آگ بنا ہوا تھا۔

گاڑی کے قریب پہنچ کر دونوں دوست ہاتھ ہلا کر مڑ گئے۔ وہ تقریباً" بھاگتی ہوئی پہنچی وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر ڈور بند کرنے ہی لگا تھا کہ مترنم آواز پھر کھنک گیا۔

"ایکسکیوز می پلیز..." گہری سانس لے کر دیکھا سحاب انجم شیشے پر جھک چکی تھی۔

"جی فرمائیں۔"

"میں صرف آپ سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کتنے پیسے شاداب کے سسرال والوں سے بٹورے تھے آپ نے اور کتنے پیسے اس کی پڑوسن کو دے کر گواہی دلوائی تھی؟"

اسے گویا حیرت کے جھٹکے یک بیک لگے۔ یوں سراسیمہ ہو کر دیکھا گویا ذہنی حالت پر شبہ ہوا ہو۔

"کیس ہار جانے کا یہ مطلب تو نہیں ہوتا کہ دوسرے فریق کی جیت پر ناجائز ہونے کی چھاپ لگا دی جائے۔" اتنا تو اسے یقین ہو گیا تھا وہ کتنی جذباتی ہو کر اس تک آئی ہے۔

"بات ہار یا جیت کی نہیں مبین صاحب۔ بات تو معصوم اور سادہ لوح انسانوں کے حقوق کی ہے جہاں آپ جیسے جیتنے والے موجود ہوں وہاں ہم جیسوں کی کیا مجال کہ فتح کی دہلیز کو بھی دیکھ سکیں۔" اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ "آپ نے بالکل ٹھیک کام کیا مرد ہو کر مرد کا ہی ساتھ دیا اور اس کے غاصبانہ تسلط کو برقرار رکھا۔"

مبین سراج نے لب بھینچ لیے سنہری ضدی آنکھوں میں بے پناہ شکوے سمٹے ہوئے تھے۔ لہجے کی ٹھنڈک پہ جملوں کی تپش حاوی ہو رہی تھی۔

"آپ نے نیا نیا قدم رکھا ہے اس فیلڈ میں، جائیے تھوڑی سی اور مہارت پیدا کیجیے اپنی پریکٹس میں، جذباتی ہونے کا کیا فائدہ۔" کھلم کھلا اس کا مشورہ مذاق لگا۔ سراپا وہ سلگ اٹھی۔

"میں باز آئی ناجائز ذرائع سے پاس آنے والی دولت کی پریکٹس سے اور جہاں تک اپنے کام کا تعلق ہے تو میں اپنی پوری ایمانداری دیانت داری اور ہر تیاری سے لیس ہو کر ہی آتی ہوں۔ لیکن واقعی جہاں دوسرے فریق کی تیاری ہی کسی اور طرز پر ہو تو پھر جیتنا محال ہو ہی جاتا ہے۔" پہلی بار اتنا شدید غصہ کسی پر آیا تھا ورنہ وہ بہت ٹھنڈے مزاج کی لڑکی تھی وہ سرد مہر بھی ہوتی اگر حساس نہ ہوتی تو۔ بلیک اینڈ وائٹ پرنٹڈ سوٹ میں اس کے چہرے پہ سجا غصہ اور الفاظ کی سنگ باری کچھ بری نہیں لگی تھی۔

بغور اس کے چہرے کی سمت دیکھا وہ کچھ سٹپٹا سی گئی۔

اپنی حمایت میں فی الوقت کچھ بولنا فضول ہی لگا تھا۔ حبس زدہ ماحول میں بادل کا کوئی لطیف ٹکڑا حواسوں پر پھوار برسانے کو تیار [illegible] کیٹلی نظروں سے اسے دیکھتی ہوئی جیسے گونگی ہو گئی صرف بصارت کام کر رہی تھی وہ کن نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا فی الحال اس ماحول میں سمجھنے سے قاصر تھی۔

"بس یا اور کچھ...؟" جی چاہ رہا تھا کھل کر وہ قہقہہ لگائے بمشکل خود کو قابو میں رکھا۔

"میرے اتنے ہی الفاظ اگر قابل غور ہوئے تو یہی بہت ہے ورنہ آپ کو اپنی روش میں آزاد رہنے سے ہی کون روک سکتا ہے؟" کہہ کر وہ رکی نہیں برق صفت نظروں سے دیکھا اور اپنی گاڑی کی طرف مڑ گئی۔

بہت کچھ سچ بول کر بھی وہ مطمئن نہیں تھی واضح محسوس ہو رہا تھا کہ یہ طنز و تشنیع مبین سراج کے لیے محض حرفوں کا کھیل ہیں۔

وہ شاداب کے پاس دوبارہ نہیں گئی اس میں حوصلہ نہیں تھا اس کا سامنا کرنے کا۔ کیوں کہ اس کے جھلسے وجود کے لیے وہ مرہم نہ لا سکی تھی۔

کوئی خلش دل میں تنگ کرنے کو شدومد سے موجود تھی۔

امی کو شکست کی خبر تو تھی لیکن الجھنوں کی خبر انہیں نہ دے سکتی تھی۔ بہت دنوں تک یوں ہی ست و ملال رہی۔

وہ امی کو بتاتی یا نہ بتاتی وہ ماں تھیں اپنی کئی اولادوں پر بیک وقت نگاہ ڈالنے والی ہستی کو اکلوتی اولاد کی بے کلی کھلی۔ اس کی سنہری آنکھوں میں پانی اتر آیا۔

"کیا فائدہ میری وکالت کا امی جب میں اپنے جیسی ایک عورت کو اس کا مقام نہیں دلا سکی جس کے وجود کا ایک حصہ کسی مرد کی ستم ظریفی کا شکار ایسا ہوا کہ اس کی جلن میں اپنے دل پر محسوس کر رہی ہوں اب تک۔"

"زندگی یہاں پر ہی ختم تو نہیں ہو گئی بیٹا یہ پہلا کیس اگر ہار ہی گئی تو کیا ہوا نہ دنیا سے ستم رسیدہ عورتوں کا خاتمہ ہوا ہے نہ تمہاری وکالت زنگ آلود ہوئی ہے۔ یہ شکست تو نکھارنے میں اہم کردار ادا کرے گی تمہاری پریکٹس کو۔ قدرت ناجائز کا ساتھ نہیں دیتی۔ بھی اگر اسی طرح ہمت ہار کر بیٹھنے لگیں تو کاروبار زندگی چوپٹ ہو کر رہ جائے۔"

یہ امی کہہ رہی تھیں۔ اس کے لیے حیرانی کا مقام ہی تھا۔ وہ یوں ہمت بندھا رہی تھیں جیسے بچپن میں تتلیوں کے پیچھے بھاگتے بھاگتے گر کر گھٹنوں میں چوٹ لگا بیٹھتی تھی تو وہ اس کے آنسو پوچھنے کے ساتھ دوبارہ اٹھ کر دوڑنے کے لیے لیس کیا کرتی تھیں۔ اس درجے پذیرائی کی اسے امید نہ تھی۔ ابھی بھی جس حساسیت کا

مظاہرہ وہ کر رہی تھی امی کو اسی ایک شے سے نفرت تھی لیکن ماما کا یہ کونسا موڑ تھا اسے سمجھ نہ آیا۔

کچھ دن یوں ہی بے مصرف سے گزر گئے زیادہ اکتانے لگی تو ان کے بوتیک میں وقت گزارنے لگی۔ فیبرک ڈیزائننگ بھی اچھی کر لیتی تھی سو امی کو بہت آسانی ہو جاتی واپس آکر اپنی لائبریری میں لاء کی بکس پڑھنے بیٹھتی تو کافی ٹائم گزر جاتا اب کسی موڑ پر کسی مبین سراج سے وہ شکست نہیں کھانا چاہتی تھی جو بڑے مزے سے اسے مشورے سے نواز رہا تھا کہ "ابھی آپ کو مزید مہارت کی ضرورت ہے۔" کبھی یہ جملہ یاد آتا تو وہ تلملا کر رہ جاتی۔

اور کبھی اس پر بدنصیب شاداب کی یاد آتی تو تصور میں ہی اس سے معافیاں مانگتی۔ اپنے تئیں خود کو اس کے ساتھ ہونے والے جرم میں شریک سمجھنے لگی تھی۔

اس سے قبل کہ مزید کسی اور کیس میں انوالو ہوتی امی نے زندگی کے اس موڑ سے آگاہ کر دیا جس کے بارے میں سوچتی ہی نہ تھی نہ امی نے روایتی ماؤں کی طرح اٹھتے بیٹھتے زندگی کی اس حقیقت کا احساس دلایا تھا۔

"آپ نے تو اچانک ایٹم بم سے بھی خطرناک دھماکا کر دیا امی۔" عجیب سے احساسات سے دوچار ہوتے ہوئے مصنوعی خوف طاری کرتے ہوئے انہیں دیکھا۔

"خدا نہ کرے کیسی باتیں کر رہی ہو۔ جب بھی کوئی پرپوزل آتا تو میں انکار کر دیتی تھی کہ ابھی تعلیمی مصروفیات ہیں ابھی یہ ہے ابھی وہ ہے خوا مخواہ میں تمہیں دوراہے پر کھڑا کر کے ذہنی الجھنوں میں گرفتار نہیں کرنا چاہتی تھی۔ جانا تو ہے ہی ایک نہ ایک دن دوسرے گھر پھر بات بے بات ڈنکا پیٹ کر فائدہ۔ سچ پوچھو تو تمہاری جدائی کے خیال سے ہول بھی اٹھنے لگتے تھے۔" انہوں نے ڈر کا اظہار کر ہی دیا۔

"اور اب؟"

"اب بہت عرصے سے خود کو تیار کر ہی لیا ہے کہ کب تک اس حقیقت سے نظریں چراؤں گی۔"

وہ بظاہر بک کے صفحے الٹتی رہی۔

"مجھے بذات خود یہ پرپوزل بہت پسند آیا ہے۔ کیوں کہ تم جانتی ہو میں حسب نصب، خاندانی شرافت و نجابت اور کسی حد تک کاسٹ کے معاملے میں بھی بہت کنزرویٹو ہوں۔ اس کے والدین یہ رشتہ لے کر آئے تھے فی الحال میں نے سوچنے کی مہلت مانگ کر انہیں انتظار کرنے کو کہا ہے تاکہ دیگر معاملات سے بھی نمٹ لوں۔"

انہوں نے اس کے چہرے کے تاثرات سمجھنا چاہے لیکن وہ تو روایتی شرم و حیا کا پیکر بنی بیٹھی تھی۔

"اس طرح کام نہیں چلے گا مجھے جواب چاہیے سحاب اگر تم ملنا چاہو تو اس کا بندوبست بھی کرا دیتے ہیں، وہ خود بھی یہی چاہتے ہیں کہ ایک بار مل کر ہی بات آگے بڑھے۔"

"آپ نے دیکھا ہے انہیں۔" بمشکل کہا گیا۔ نظریں اوپر اٹھ ہی نہیں رہی تھیں۔

"ہاں، وہ خود بھی آئے تھے۔ اچھے خاصے ڈیسنٹ انسان لگ رہے تھے جس طرح کا تمہارا مزاج ہے۔ بندہ خود چل کر پاس آگیا ہے۔" وہ مکمل طور پر اسے قائل کرنے کے چکر میں تھیں۔

"دیکھو بیٹا! اعتبار جیسی شے بڑی مشکل سے قائم ہوتی ہے۔ پرپوزل تو بہت لیکن اعتبار کی بنیادوں سے عاری۔ میں اپنی اکلوتی اولاد کو ایک آئیڈیلسٹک گھرانے میں بھیجنا چاہتی ہوں کہ کسی زاویے سے میرے قائم کردہ معیار پر کم نہ ہو جائے۔ پھر اسی شہر میں کم از کم نگاہوں کے سامنے تو رہو گی نا۔"

"کیا کرتے ہیں؟" چند رسمی سے سوال ہی پوچھنے تھے اسے۔

"ارے بھئی تمہارے پروفیشن کے ہیں۔ سر جوڑے کیس ہی ڈیل کرتی رہنا۔"

خفت سے اس کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

"پلیز امی۔۔۔" جھنجلاہٹ سی سوار ہو گئی تھی۔ امی ہنس دی تھیں۔ "او کے میں کچھ سوچ کر جواب دوں گی۔" آخری حربہ یہی رہ گیا تھا ان کے پاس سے اٹھنے کا انہوں نے بھی اس کی حالت جان کر مزید کوئی سوال کرنے سے پرہیز کیا۔

یہ موڑ نیا ہی تھا زندگی کا کہ اپنے اور امی سے ہٹ کر کسی تیسرے بندے کو سوچنے پر وہ مجبور تھی۔ امی اگر احساس نہ دلاتیں تو شاید اس طرف آنکھ ہی نہ کھلتی۔ لیکن کتنا مشکل تھا ان باتوں کو قبول کرنا جدائی کا تصور بھی کتنا ہولناک تھا۔

امی کتنی اکیلی رہ جائیں گی بار بار یہی خیال افسردہ خاطر کر جاتا۔

کافی دیر تک کاپی پر ٹیڑھے میڑھے زاویے بناتی رہی پھر کچھ سوچ لینے کے بعد تکیے میں سر گھسا لیا۔

دوسری صبح امی بہت کچھ جاننا چاہتی تھیں لیکن اس نے آغاز نہیں کیا تو خود ہی ناشتے کے درمیان پوچھنا پڑا۔

"جی۔۔۔ سوچا تو ہے۔۔۔ میں ملنا چاہوں گی۔"

"ڈیٹس گڈ۔" امی کے چہرے پہ اطمینان در آیا۔

"میں آج ہی فون کر کے ٹائم مقرر کرتی ہوں۔"

اور پھر جب پی سی میں مقررہ ٹائم پر جا رہی تھی تو عجیب گھبراہٹ بھی سوار ہو چکی تھی۔ امی نے بہت اہتمام سے اسے تیار ہونے کو کہہ دیا تھا۔ بلیک نیٹ کے باریک باریک نگوں سے سجے سوٹ میں اس کا خوابیدہ حسن بے دار ہو چکا تھا۔

گاڑی پارک کر کے بے تحاشا روشنیوں میں گھری اندر پہنچی۔ ریزروڈ سیٹس پر جا کر ادھر ادھر دیکھا تو فی الحال ایسی کوئی ہستی نظر نہیں آئی تھی۔ رسٹ واچ پہ نگاہ ڈالی۔

"موصوف اپنی حیثیت جتانے والے اور انتظار کروانے والے بھی محسوس ہوتے ہیں۔" آدھ گھنٹہ وہ خود لیٹ ہو چکی تھی۔ سیٹ پر بیٹھنے ہی والی تھی کہ کوئی پاس آکر بھرپور دلکشی سمیت مسکرایا۔

"ہیلو سحاب انجم۔۔۔"

نظریں اٹھاتے ہی اسے جیسے شاک لگا۔ مبین سراج اپنی وجاہت سمیت جگمگاتی مسکراتی آنکھوں سمیت اسے دیکھ رہا تھا۔

شکست کب بھولی تھی اسے۔

اس کے اعصاب تک جھنجنا اٹھے۔

کتنی بڑی غلطی ہو گئی تھی اس سے۔ امی سے نام پوچھنا بھول گئی تھی۔ حرام کے لقموں سے پرورش کیا جانے والا جسم جنت میں نہیں جائے گا۔

کیا سوچ رہی ہیں کیا آنٹی نے نہیں بتایا تھا کہ تمہاری زندگی میں دستک دینے والے ہاتھ میرے ہی ہیں۔" چیئر پر بیٹھ کر گمبھیر لہجے کا سحر بکھیرنے والا یہ وہ مبین سراج نہیں تھا جو عدالت میں زور و شور سے اپنے موکل کی حمایت میں دلائل پیش کر رہا تھا۔

اس کی نیچر نے اس سانحہ پر خاموش رہنے پر فی الوقت مجبور کر دیا۔

"تمہاری خاموشی کو کیا سمجھوں میں؟ تمہاری حیرانی یا۔۔۔ حیا؟"

"ہونہہ۔" اندر ہی اندر وہ کھول گئی۔

"ویسے شخصیت تو میری ایسی ہی ہے کہ لڑکیاں کیا اچھی بھلی خواتین بھی نظریں چرانے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔" لہجے میں کوٹ کوٹ کر شرارت بھری ہوئی تھی۔ اس کا غم و غصے سے برا حال ہو گیا۔

"ویسے مجھے تمہارا یہ روپ بہت اٹریکٹ کر رہا ہے۔ لائف پارٹنر کے سامنے یا اس کے ذکر پر لڑکیوں کا شرم و حیا کا پیکر بن جانا ایک انوکھے چارم سے ہی آگاہ کر جاتا ہے۔ لگ ہی نہیں رہا کہ تم وہی لڑکی ہو بہت زیادہ جذباتی اور حساس سی جو عدالت میں اپنی فتح کے لیے لڑ رہی تھیں۔"

اس نے چونک کر سر اٹھایا۔

"اپنی فتح نہیں، اپنی مظلوم موکلہ کی فتح اور میں اپنے موقف پر ابھی بھی قائم ہوں۔" روئیں روئیں سے چنگاری پھوٹ رہی تھی۔

"ایک ہی بات ہے۔"

"ایک ہی بات نہیں ہے، اپنی جیت کا ہی خیال ہوتا تو اس شکست پر میں وکالت چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ جاتی لیکن دکھ تو۔۔۔"

"سحاب ہم یہاں کسی تیسرے پرسن کو ڈسکس کرنے نہیں آئے۔" بات کاٹ کر وہ تیزی سے گویا ہوا۔ "جہاں تک رہی بات فتح و شکست کی تو شکست میں نے کھائی ہے۔" ہولے سے کہے گئے جملے پر بے ساختہ دیکھا دل یکبارگی دھڑکا پھر خود پر ہی پیچ و تاب کھانے لگی۔

"دو ضدی سحر انگیز آنکھوں نے مجھے مات دے دی۔" اس کا دل چاہا اٹھ کر بھاگ جائے۔

امی کی خاندانی نجابت کا ذکر امی بڑے وثوق سے کر رہی تھیں جو حرام و حلال میں فرق نہ جانے' اپنی ماں بہنوں جیسی ایک عورت کے حقوق نہ دلوا سکا۔

اسے سدا نفرت محسوس ہوتی تھی ناجائز کمانے والوں سے۔

ابو ریلوے میں ڈبلیو ایم کے عہدے پر فائز تھے۔ آفیسرز کالونی میں رہائش تھی لیکن انہوں نے بھی ایک دم حاصل ہونے والی آمدنی کو ترجیح نہیں دی یہاں تک کہ اس کالونی میں رہنے والے دیگر دوستوں کے پلاٹ پر پلاٹ تعمیر ہوتے گئے اور ان کا ایک ذاتی گھر پنڈی میں ان کی نوکری کے عرصہ بعد تعمیر ہو سکا۔

وہ خوش تھی فخر کی نظر سے انہیں اور ان کے اقدام کو دیکھتی' دھڑلے سے معاشرے میں جینا چاہتی تھی بغیر کسی کھوٹ و ملاوٹ کے ابو نے سارے رستے شفاف کر دیے تھے۔ شاید نیک بندوں کو خدا اسی لیے اپنے پاس بلا لیتا ہے کہ ان کے نیک اعمال اسے پسند آجاتے ہیں اور اس کثیف دنیا میں وہ رہنے نہیں دیتا۔

اور جو بھی سوچا اپنے نصف حصے کے بارے میں تو اسے بھی ابو کے روپ میں ہی دیکھنا چاہا' ابو اس کا آئیڈیل تھے۔ ساری زندگی ان کے پرتو کو ہی پوجنا چاہتی تھی۔

لیکن پہلے مرحلے پر ہی اس کے قدم شکستہ ہو گئے۔

مبین سراج کی کمائی کا پورا ثبوت وہ دیکھ آئی تھی اپنی آنکھوں سے۔ ڈھیر ساری چیزیں اس کے آگے سرو کر دی گئی تھیں۔ مبین اپنے ہاتھوں سے اس کی پلیٹ بھر رہا تھا۔

"پلیز بہت ہو گیا۔" ہتھیلی سے اس کے ہاتھوں کو روکا۔

"فارمیلٹی نہیں چلے گی ابھی سے عادی ہونا پڑے گا میرے اصرار و ضد کا۔" الفاظ میں کسی قسم کی دھونس کے بجائے نرم و لطیف سی خوشگواریت تھی اسی لیے وہ سخت قسم کا جملہ نہیں کہہ سکی۔

"میں منتظر ہوں تمہاری طرف سے کسی تاثر کا ابھی تک' یہ دھاندلی نہیں چلے گی کہ میں رٹو طوطے کی طرح تمہاری قصیدہ گوئی کرتا رہوں۔" شاید بہت دیر میں یہ خیال آیا تھا۔

"میں نے آپ کو مجبور تو نہیں کیا۔"

مبین کا جگمگاتا چہرہ ایک لمحہ کو ماند پڑ گیا۔ بڑی مشکل سے خود پر قابو پایا۔

"تمہیں تمہارے فیصلوں میں' میں مجبور نہیں کروں گا' جو بھی آرا ہو آنٹی کو دے دینا' ضروری نہیں ہم دونوں کی پسند یکجا ہی ہو' ویسے آنٹی کو میرا نام تمہیں بتا دینا چاہیے تھا۔"

وہ خاموش رہی اس کا احساس ندامت سوا ہو گیا۔

"اب سے کچھ دیر قبل تک میں اپنی جذباتیت کی معذرت چاہتی ہوں۔" اس کا ہاتھ بالکل رک گیا تھا۔ بہت دیر تک اس کے سجے روپ سروپ کو نگاہیں چراتے دیکھتا رہا وہ سر جھکائے پرس کے اسٹرپ سے کھیلتی رہی۔

مبین کے لبوں سے سرد سانس خارج ہو گئی۔

"چلیں' چلتے ہیں' سوری میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا۔" لہجے میں تکلف در آیا۔ خوش وہ بھی نہیں تھی دل سے بس یہی خواہش ابھری تھی کاش یہ وجاہت کا پیکر اندر سے بھی اتنا ہی نکھرا ہوا ہوتا۔ وہ اٹھ کھڑی ہو گئی۔ مبین نے بے منٹ کرنی چاہی تو اس نے اس کا ہاتھ روک دیا۔ وہ اچنبھے سے دیکھنے لگا۔

"نہیں آج بل میری طرف سے۔" اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی پھر یہی قیاس کیا کہ یہاں سے ہی وہ کسی قسم کے احساس کا ربط نہیں شو کرنا چاہتی۔

حقیقتاً "سحاب انجم کو اس کی کمائی کا ایک دھیلا بھی نہیں چاہیے تھا جس طرح مصفا ابھی تک کھار رہی تھی' ابھی بھی اپنے جسم کی پرورش میں کسی قسم کی ملاوٹ نہیں چاہیے تھی۔

"ایک آخری بات سحاب انجم کہ آپ کی "ناں" اور "ہاں" کے پیچھے جو محرک ہو گا وہ میں ضرور جاننا چاہوں گا۔" اپنی اپنی گاڑی کی طرف جاتے ہوئے مبین سراج نے دودھیا روشنی میں اس کے گندمی تمتماتے چہرے کو دیکھا وہ لب کاٹ کر گاڑی میں بیٹھ کر یہ جا وہ جا ہو گئی۔

"وجہ تو آپ کو اسی روز پتا چل جانی تھی مبین سراج جس روز میں نے گاڑی کے شیشے پر جھک کر اپنے اندر کی گھٹن کو کچھ کم کرنا چاہا تھا لیکن آپ سمجھے ہی نہیں۔" سامنے سے تیزی سے آتی گاڑی کو دیکھ کر تیزی سے سائیڈ پر کار کو کیا' ذہن میں عجیب طرح کی جھنجھلاہٹ تھی۔

امی جلدی بوتیک سے لوٹ آئی تھیں۔ بڑی بے قراری سے اس کا انتظار کر رہی تھیں۔ گویا پورا یقین ہو کہ دونوں کے درمیان کوئی اچھا معاہدہ بھی طے پا گیا ہو گا۔

وہ تیزی سے اپنے کمرے میں داخل ہو کر کاٹن کا گھریلو سوٹ وارڈ روب میں کھنگالنے لگی تھی کہ پیچھے امی آگئیں۔ وہ ان کی پروا نہ کرتے ہوئے واش روم میں گھس گئی۔ انہوں نے بہت تحمل کا مظاہرہ کیا لیکن بیٹی کے چہرے پر کسی قسم کا کوئی نیا رنگ نظر نہیں آیا۔ واپس آکر چٹیا کھول کر برش کرنے لگی' انہیں بے حد غصہ آیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے سحاب' تمہاری مسلسل اگنورنیس کس بات کا ثبوت پیش کر رہی ہے۔ میں جتنی شدت سے تمہارا انتظار کر رہی تھی تم اتنا ہی اپنے آپ میں نہیں ہو۔" ان کے اتنے شدید رد عمل پر بھی برش کرتے ہاتھ رک ضرور گئے لیکن وہ مڑی نہیں۔ وہ پاس آگئیں۔

"کیا ظلم ڈھا دیا میں نے تم پر جو خاموشی کی تفسیر بنی بیٹھی ہو؟" وہ برش کے دندانوں پر انگلیاں پھیرے جا رہی تھی سر جھکائے۔

"سحاب' اس خاموشی کا کیا مطلب ہے؟" شانے پکڑ کر جھٹکا دیا تو اس نے سر اٹھایا۔ آنسوؤں سے چہرہ بھیگا ہوا تھا۔

انہیں شاک لگا' ٹھوڑی پکڑ کر چہرہ اپنی انگلیوں سے صاف کیا۔

"تمہیں میں نے ایک اچھے ایگری منٹ کے لیے بھیجا تھا لیکن مجھے تو لگ رہا ہے تم لڑ کر آئی ہو۔ کیا بات ہے مبین تمہیں پسند نہیں آئے؟" اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"کاش یہی ایک نام آپ پہلے لے لیتیں امی مجھے چند لمحے ہی ان کی قرب کی اذیت سے تو ہمکنار نہیں ہونا پڑتا۔" وہ گنگ رہ گئیں۔

"یہ وہی مبین سراج ہیں جنہوں نے شاداب کے سسرال والوں سے پیسے لے کر غلط مقدمہ جیتا میرے مقابل میں جھوٹی گواہی لائے۔"

"پتا تو رہے تھے وہ تمہیں جانتے ہیں لیکن یہ خبر نہیں تھی تم دونوں کے درمیان کیا چپقلش چل پڑی ہے۔"

"یہ سرد جنگ صرف میری طرف ہی ہے وہ تو اپنی پسند میں آزاد ہیں۔"

"پھر تم نے کیا جواب دیا؟"

"میری خاموشی سے ہی ان کو جواب مل گیا وہ جان چکے ہوں گے۔" بھرپور اطمینان سے چہرہ دوپٹے سے ہی خشک کر ڈالا۔

"یعنی کہ تم نے انکار کی سند پیش کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔" ان کا لہجہ عجیب سا ہو گیا۔

"کیا میرا یہ قدم غلط تھا.....؟"

"بالکل..... سراسر غلط' انہیں تم نے جان لیا' پہچان لیا تو بہت برے ہو گئے جو لوگ چھپ کر غلط نوالہ اٹھا رہے ہیں وہ اچھے ہیں۔"

"امی..... آپ..... بھی مجھے قصور وار ٹھہرا رہی ہیں یہ جاننے کے باوجود کہ آنکھوں دیکھی مکھی نہیں

نگلی جاتی۔" رنج حلق میں پھانس بن کر اٹکنے لگا۔

"تمہیں کسی کے متعلق کیا علم ہوگا کہ وہ ناجائز نہیں کھا رہا ہوگا' کیا کھیر میں چھپی مکھی کھالو گی تم؟"

"کم از کم تحقیق تو کر ہی لوں گی میں آنکھ بند کر کے کسی پر اعتبار کرنے کی قائل نہیں میں۔"

"ہونہہ' آنکھوں کے سامنے لوگ فراڈ کر گزرتے ہیں اور کانوں کان خبر نہیں ہوتی۔ پیاز کی پرتوں کی طرح لوگوں کے نت نئے روپ گزرتے جاتے ہیں۔ تم کس تحقیق کی بات کر رہی ہو سحاب' صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیتیں تم نے میری کسی بات کو نہ ماننے کا ٹھیکا اٹھالیا ہے۔" وہ ششدر رہ گئی۔

امی آج کس روپ میں سامنے آئی تھیں جس کا اس نے تصور نہیں کیا تھا۔

"وہ تو آج ابو اس دنیا میں نہیں رہے ورنہ تو شاید میری پسند کو تم دیکھنے تک بی سی میں نہیں جاتی۔ جس طرح انہوں نے سدا میری کسی بات پر کان نہیں دھرا اب اسی طرح انہی کی فوٹو کاپی بن کر تم میرے سامنے آئی ہو۔ میں پوچھتی ہوں کیا میں اتنی ہی بے وقوف تم باپ بیٹی کو نظر آتی ہوں جو کورا انکار کر دیتے ہو' میری بات کی کوئی حیثیت مسلم نہیں ایسا میں نے نہ کبھی دیکھا نہ سنا۔ ارے بیٹیاں تو ماؤں سے زیادہ قریب ہوتی ہے لیکن تم نے کبھی میری بات نہ مانی نہ مجھے معتبر کیا۔ اب میں اسی خوشی فہمی میں رہی کہ ہو سکتا ہے یہاں تم میرے کہے کی لاج رکھ لو گی لیکن تم تو یوں بدلی جیسے کبھی باپ کی باتوں میں آکر بچپن میں میری باتوں سے پھر جایا کرتی تھی۔"

وہ کچھ بولنے کے قابل کہاں رہی تھی۔

"سارے خیالات تم نے باپ کے چرا لیے' میں نے کچھ نہیں کہا' سارے انداز ان کے اپنا لیے میں چپ رہی' پروفیشن ان کا پسند کیا ہوا سلیکٹ کر لیا میں نقار خانے میں طوطی کی طرح بول بال کر چپ ہوگئی۔ صرف اتنا پوچھنا چاہتی ہوں سحاب ربانی کہاں کہاں میرا استحصال کرو گی۔"

ان کی آواز لرزنے لگی تھی۔

"مائیں خوش ہوتی ہیں کہ چلو اولاد باپ سے زیادہ قریب ہو رہی ہیں اچھا ہے ایک دوستی کی فضا ماحول میں استوار رہے لیکن ماں کی ہر "نا" اور "ہاں" کو کچل کر دوستی کی فضا استوار نہیں رہ سکتی۔ جب ماں بنو گی تم احساس ہوگا کہ اولاد کو جان و دل سے چاہ کر اس کی ادائی برداشت کرنا کیسا ہوتا ہے۔"

کیا یہ جملے مبین سراج کے قرب سے زیادہ سہل تھے؟ وہ تو پتھر کی طرح ہوگئی ساکن' بے حس' بے متحرک۔

اس نے تو کبھی ایسا نہیں سوچا کہ وہ ماں کے کسی حکم کو خاطر میں لائے گی ہی نہیں ہاں پچھلے باب الٹے تو اپنی زندگی کے ورق ورق پر ابو کا ہی انتساب نظر آیا۔

ندامتوں اور رنج کے حصار میں وہ گھر گئی امی ضبط کا پیمانہ چھلکا کر چلی گئی تھیں۔

وہ تو اپنے تئیں خود کو مظلوم سمجھ رہی تھی لیکن زندگی کا یہ موڑ مجرم بنانے پر تل گیا تھا۔ ناسمجھی میں ہی بہت قصوروار بن گئی تھی وہ' خیال نہیں رہا تھا ابو کے ہر حکم کے ہم قدم ہوتے ہوئے قدموں کے نیچے ماں کی کوئی خواہش چیخ رہی ہے لیکن سنی ان سنی کر کے گزرتی گئی۔

آج ان کی ساری خواہشات نے جیل سے چھپے ہوئے بے گناہ قیدی کا روپ دھار لیا تھا جس کی نظر میں اب لحاظ رہا تھا نہ خوف' سب کچھ وقت کی ستم ظریفی نے چھین لیا تھا۔ مبین سراج کی ہمراہی سے زیادہ اذیت ناک یہ موڑ تھا۔ تو کیوں نہ زندگی کا یہ آخری فیصلہ امی کی رضامندی سے طے کر لے۔ بہت پیار کرتی تھی وہ ان سے بھی لیکن بہت ساری چھوٹی چھوٹی غلطیوں نے اسے مجرم کے کٹہرے میں لا کھڑا کیا تھا۔

"لیکن مبین سراج میں تمہیں بھی کیسے برداشت کروں گی۔" جھنجلا کر آنسوؤں سے بھر گئی وہ' تکیہ اٹھا کر دیوار سے دے مارا۔

رات آنسوؤں میں ہی کٹ گئی' صبح ناشتے کی میز پر یوں ہی پوز کیا جیسے سب کچھ نارمل ہو امی بہت بجھی بجھی چائے کے سپ بھر رہی تھیں۔ پھر سے رونا

...لگا اٹھ کر ان کے گلے لگ کر بے شمار آنسو اندر ہی اتار لیے۔

"آپ کی پسند بہت اچھی ہے' ذرا غور کیا تو اپنی ہی جذباتیت محسوس ہوئی' آپ انہیں فون کر دیجیے گا اور میری سابقہ خاموشی کا سبب پوچھیں تو کہہ دیجیے گا میری بیٹی بہت شرمیلی ہے اس لیے فیصلہ کرانے میں کچھ دیر ہوگئی۔" شوخی سے دل کا خون کیا۔ امی کی حسب نسب' ذات' خاندان سے مزین پسند بننے لگی۔

"کسی کو ہم اوپر سے جج نہیں کر سکتے کہ وہ کتنے پانی میں ہے اسی لیے کسی پر کیا اعتبار' نہ مقدر کو تم اپنے ہاتھوں تبدیل کر سکتی ہو سمجھ لو مبین ہی تمہارا مقدر ہیں۔"

♣ ---- * ---- ♣

سفید کامدار عروسی جوڑے میں اس کی پیشانی چومتی' پور پور سنورا ہوا تھا۔ زندگی کا یہ کٹھن فیصلہ اس کی رضامندی کے بغیر ہو گیا۔ چند لمحے اس کی رفاقت برداشت کرتے ہوئے پوری زندگی داؤ پر لگا دی' ایسے میں ابو بے تحاشا یاد آئے۔

آپ اس وقت ہوتے ابو تو شاید۔۔۔ شاید ایسا ہی ہوتا۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ تمہاری "نا" اور تمہاری "ہاں" کے پیچھے جو بھی محرک ہوگا میں پوچھوں گا ضرور۔"

چمک دار کورے اور دبکے سجے دوپٹے کے ہالے میں اس کا چمک دار چہرہ بھی ایک لمحہ کو کملا گیا' کیا کہتی کہ یہ میری "ہاں" نہیں تھی۔

مبین سراج نے اپنے نام کا لاکٹ پہنایا تھا یوں لگا گلے میں آگ جیسی جھلستی کوئی شے چپک گئی ہے۔ بار بار ہاتھوں سے ہلاتی رہی۔

""ہاں" کر دی میں نے یہ کافی نہیں۔۔۔"

"نہیں میں اس روز بھی تمہاری زبان سے رضامندی کا کوئی خوب صورت جملہ سننا چاہتا تھا۔ پھر بھی تم اٹل رہیں' میں نے بھی اس لیے دباؤ نہیں ڈالا کہ تم پر کوئی استحقاق نہیں رکھتا تھا لیکن آج اس خوب صورت لمحے میں تم سے ضد کروں گا یہ وجہ جاننے کی کہ تم نے اقرار کیوں کیا؟" خواہش زبان پر' ضد نگاہوں میں اور دباؤ اس کے نازک ہاتھوں پر تھا۔

جھوٹ کی راہوں پر چلنے کو دل نہیں چاہا تھا لیکن یہ ایک اعلیٰ خاندان کی عزت کا معاملہ تھا۔ وقار کو سنبھالنا تھا۔ امی کے کہنے کا بھرم رکھنا تھا جو رخصتی کے وقت مبین کے ہم قدم چلتے ہوئے کہا تھا۔ "آپ میری بیٹی کے نازک احساسات کا خیال کریں گے میں اپنی بیٹی کی طرف سے یہ گارنٹی دیتی ہوں کہ یہ خود تو ٹوٹ سکتی ہے لیکن خاندان کے اعلیٰ اقدار کو نہیں جھکنے دے گی۔"

مشکبو ماحول میں آہستہ سے نظریں جھکالیں۔

"آ۔۔۔ آپ پسند آگئے تھے۔"

""تھے" واٹ ڈو یو مین۔" ہنستے ہوئے چہرہ اوپر کیا۔ ایک لمحہ کو نگاہیں اٹھائیں تو یہ احساس کہیں دل میں پیوست ہو گیا کہ کاش یہ میرا مقدر تھے تو ان کے ساتھ بھی مقدمہ نہ چلتا۔

دل میں ایک دم ہوک بھی اٹھی تھی اور باد صبا نے پھریری بھی بکھیری۔ لبوں پر خود بخود جانے کیسے مسکراہٹ بکھر گئی تو مبین سراج جھوم اٹھا اپنی فتح پر۔

وہ دو بھائی اور دو بہنیں تھے' ایک بڑی بہن شادی شدہ تھیں۔ دوسری دونوں بھائیوں سے چھوٹی تھی۔ مبین بڑی بہن شاندانہ کے بعد تھے یوں وہ بڑی بہو بھی تھی۔ اماں' بابا سائیں گاؤں کے چوہدری اور چوہدرائن تھے لیکن روایتی جاگیرداروں سے ہٹ کر محسوس ہوئے اتنا خلوص' اتنی محبت کہ وہ شرمسار ہونے لگتی۔

"مجھے جب مبین نے بتایا کہ اس نے مقدمے کے دوران لڑکی پسند کر لی تو پہلے ہم بہت ہنسے' اس کے بعد اس کی پسند کا خیر مقدم کرنے تمہاری امی کے پاس چلے گئے تم موجود نہیں تھیں لیکن فریم میں جکڑی تمہاری تصویر کی معصومیت نے ہی دل لوٹ لیا۔"

"بالکل ایسے جیسے پوت کے پاؤں پالنے میں نظر آجاتے ہیں۔" دیور نے اماں کی بات میں ٹکڑا لگایا۔ وہ

جھینپ گئی۔ مبین پرشوق نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ بڑی نند ملازمہ کو تیزی سے ہاتھ چلانے پر مامور کرنے کے ساتھ نازک سی وکیل بھابی کو بھی ایک نظر دیکھنا نہ بھولتی۔

"تم لوگ ایسا کرنا جب کسی نئے مہمان کی آمد ہو اس کا نام چاند یا آسمان رکھ دینا۔" چہرے پر بکھرتی سرخی کے ساتھ وہ حیران بھی تھی۔

"کیوں آپی؟" مبین نے دلچسپی سے پوچھا۔

"بھئی سارے آسمانی چہروں کا نزول ہمارے گھر ہی تو ہو رہا ہے۔ ستارے، سورج، بس چاند کی کمی ہی رہ گئی ہے۔" وہ رخ موڑ گئی اماں نے ہنستے ہوئے اسے ساتھ لگالیا۔

"ارے وہ خود چاند ہوگا خدا ایسے دن تو لائے، ماشاءاللہ دونوں ہی اپنی اپنی خوبصورتی میں لاجواب ہیں۔"

"اور اگر امی چاند نہ ہوا "چندا" ہوئی تو۔" عباد نے منہ بسورا اس کا دل چاہ رہا تھا اٹھ کر بھاگ جائے مبین ہنس رہا تھا۔ جملوں کے تبادلوں پر۔

"تو رحمت اترے گی پاگل کیا سڑی سی شکل بنا رہا ہے۔" اماں نے سر پر چپت رسید کی۔

اماں اور بابا جان دونوں ہی میٹرک تک پڑھے ہوئے تھے اس لیے گاؤں کے دقیانوسی ماحول سے بہت ہی میٹ کرتے، رعب و داب تو تھا لیکن بردباری کے ساتھ، صلہ رحمی کے ساتھ، فی الحال تو اسے ایسا ہی محسوس ہوا تھا۔

لیکن یہ سب کچھ دکھاوا بھی نہ ہو، اکثر خیال آتا تو کانپ کر رہ جاتی۔ ملازموں کے ساتھ بھی یہ حلیمی، لیکن اپنے ناجائز کارناموں پر پردہ ڈالنے کے لیے ہی نہ ہو، یہ زمینوں اور مربعوں کے مالک کب اپنی محنت سے بنیادیں ڈالتے ہیں، کبھی کسی کی زمین ضبط کرلی کبھی کسی کے حق حلال کی کمائی پر چوہدراہٹ دکھادی، نہ کسی کو محنت کا پورا صلہ دیا اور جو احتجاج کی کوشش کی وہیں پر زبان کاٹ کر ہاتھوں میں تھمادی۔

کوئی بھی ابو جیسا نظر نہ آتا جن کی شرافت نگاہوں سے عیاں ہوتی۔ کتنی صاف ستھری زندگی ان کے ساتھ گزاری تھی۔ ان کی وفات کے بعد بھی مبین کی زندگی میں آنے سے پہلے بہت مطمئن تھی جب آفتاب اپنی روشنی بکھیرنے کے بعد آہستہ آہستہ گھاٹیوں میں چھپ جائے اسی طرح ہر جا اندھیرا ہی اندھیرا نظر آنے لگا تھا۔ دھوکے، دھاندلی کا ہر جا پیار کے باوجود شاداب کا جلا ہوا وجود بار بار کچوکے لگانے پہنچ جاتا، کتنی مرتبہ خواب میں اسی سوختہ جسم کے ساتھ اسے اپنی جانب بڑھتا پایا جیسے وہ اپنا حساب مانگنے آرہی ہو۔ کئی بار چیخ کر اٹھی تو مبین حیران ہو کر اسے دیکھا۔

"سوری۔۔۔ خواب میں ڈر گئی۔" کس عذاب میں زندگی پھنس کر رہ گئی تھی۔

"ارے کبھی وکیل بھی ڈرتے ہیں بانگ دہل کسی کی حمایت اور کسی کے خلاف بولتے ہوئے کسی کا ڈر نہیں ہوتا تو ایک مضبوط سہارے کے باوجود تمہارا یہ حال۔" پیشانی پر خوشبو مہکنے لگتی۔

"مضبوط سہارا، تمہارے وجود کو کیسے مضبوط ستون کہہ دوں، جس کی دیوار ہی کھوکھلی ہو کیسے ٹیک لگاؤں میں؟ اور جو کبھی میں شکستہ ہوئی تو کیا اسی کھوکھلے تن سے سہارا دو گے؟"

اس نگر میں قیام ایسا ہے
جیسے بے انت پانیوں میں سفر

کبھی کبھی تو رونا آتا اس کی بے پایاں چاہتوں کو دیکھ کر۔ دل چاہتا اس کی شہد برساتی زبان کو خاموش کردے۔ ٹھنڈی پھوار برساتی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دے۔

کاش کہ اس روز میں جذباتیت کے خول میں لپٹ کر تم سے شاداب کے ہارے ہوئے کیس کی بھڑاس نکالنے نہیں جاتی، اسی لمحے تمہارے دل نے پسند پر مہر لگادی تھی نا۔

اماں اور بابا جان بیٹوں بیٹیوں سمیت گاؤں لوٹ چکے تھے۔ وہ اتنے بڑے گھر میں اس کے ساتھ بے کل ہوتے دل سمیت تنہا رہ گئی تھی۔ دونوں پیار بھرا حکم دے کر گئے تھے کہ

"جب بھی میری بیٹی کا دل چاہے ماں سے ملنے کو تم فوراً لے جانا۔ کبھی تنہائی کا احساس نہ ہو اور بیٹی جب تمہارا جی چاہے گاؤں چلی آنا۔" مبین کا کوئی کیس الجھا ہوا تھا ورنہ تو ساتھ ہی لے جانے کو ضد کر رہے تھے۔

گاؤں تک تو ٹھیک ہے بات کہ میں ساتھ ساتھ رہوں گا لیکن تمہاری امی کی طرف زیادہ رکنا مجھے منظور نہیں۔" شوخی سے اپنے کسی جملے کو خالی نہ رہنے دیتا۔

"کیوں۔۔۔؟ کچھ دنوں کے لیے مجھے چھوڑ آیا کریں۔"

وہ ساتھ لے کر جاتا اور ساتھ ہی لے کر آتا۔

"یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔" وہ رخ موڑ لیتی۔

"پھر میں گاؤں ہی جا کر رہنے لگوں گی آپ یہاں وکالت کیجیے گا۔ لوگ کہیں گے کتنی خوش خلق بہو ہے چوہدری صاحب کی ساس سسر کی خاطر شہر کو تج دیا۔"

"کیا۔۔۔ کیا۔۔۔؟" ہنستے ہوئے آنکھیں نکالتا۔

"اور تمہاری وکالت کہاں جائے گی؟" مسکراہٹ پھیکی پڑگئی۔

"مجھے اب کوئی پروا نہیں، آپ کر رہے ہیں یہی کافی ہے۔"

"کیوں؟ ہمت ہار بیٹھیں؟"

(بہت پہلے جس کا محرک صرف آپ ہیں)

خاموشی سے تیز نگاہوں سمیت دیکھا۔

امی کی طرف جاتی تو دونوں کی یوں آؤ بھگت کرتیں جیسے کافی عرصے بعد ملے ہوں۔

مبین سے گپ شپ چلتی رہی۔

"تم خوش ہو نا مبین کے ہمراہ؟" بے حد آس بھر جاتی ان کے لہجے میں وہ اثبات میں ہلا دیتی۔

"کبھی کبھی چلی جایا کرو ساس سسر کے پاس، اچھا اثر پڑے گا ان پر ورنہ کہیں گے کیسی بہو ہے جسے خیال ہی نہیں ہمارا۔"

"وہ تو اتنے روشن خیال ہیں وہ لوگ کہ کبھی اصرار نہیں کیا۔ بے جا ضد نہیں کی کہ دوسرے بیٹی کی ہے ہر ناجائز و جائز ضد پوری کی جائے۔"

"بس تو یہی تو خصوصیات ہیں اچھے لوگوں کی اور انھی سب سے متاثر ہو کر تو تمہیں وہاں بیاہنے کا فیصلہ کرلیا۔" وہ سمجھاتیں۔ اس لمحے امی بے حد سادہ و بھولی نظر آتیں۔

"ہاں کل بھی فون آیا تھا۔ پندرہ کو وہاں ہمیں پہنچ جانا ہے۔ غالباً کوئی فنکشن ارینج کر رہے ہیں۔"

"وری نائس۔" ان کی آنکھیں بیٹی کے اعزاز میں چمک اٹھیں۔

"کہہ رہے تھے کل تک آپ کو بھی فون کریں گے۔ ہم اکٹھے ہی چلیں گے۔"

"نہیں بیٹا! تم لوگ چاہو تو پہلے چلے جانا، میں انشاء اللہ بعد میں پہنچ جاؤں گی۔ تم تو جانتی ہو شادی بیاہ کا سیزن ہے، بہت کسٹمر آتے ہیں۔"

"امی اب کیا ضرورت ہے اتنی محنت کی بس کریں ریسٹ کیا کریں میرے لیے پہلے اتنی سرگرداں رہیں اب کیا ضرورت ہے۔" ان کی انگلیاں سہلاتی۔

"ایک گھر بنوا رہی ہوں۔ تمہارے کسی بچے کے نام کروں گی۔" کتنا پیار کتنی چاہت تھی؟ وہ شرمسار ہوگئی۔

"ہاں یہ سلسلہ نسل در نسل چلاتی رہیے گا۔ تاکہ کبھی چین کی بانسری نہ بجا سکیں؟" مصنوعی خفگی سے دیکھا۔

"کاش ایسا ہی ہو۔ مبین کی نسل کو ہاتھوں میں کھلاؤں اور ان کے ناز اٹھاؤں۔"

"کہتے ہیں شادی کے بعد صرف ساس ہی تنگ کیا کرتی ہے اس قسم کے جملوں سے لیکن آپ ان سے کسی طور پر نہیں۔" گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔

"بیٹا تو کوئی ہے نہیں ساری آرزوئیں تم ہی سے وابستہ ہیں۔" اس کے گل رنگ چہرے کو چوم لیا۔

وہ گاؤں جانے کی تیاری کر رہی تھی۔ مبین بہت مصروف تھا۔ پوری پوری رات لائبریری میں موٹی موٹی کتابوں میں سر دیئے بیٹھا رہتا۔

"وکیل کی جرح سے بھرپور طریقے سے بحث کی

تیاری کررہے ہیں۔ محترم کسی بے گناہ کو ٹھوکر مارنے کے بعد مطمئن ہوجائیں گے۔"

"سحاب! اندر آجاؤ کسی پوائنٹ پر ڈسکس کرنا ہے۔" اسے دروازہ کھول کر جھانکتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

"میرا دل نہیں چاہ رہا۔" کورا انکار کردیا۔

"تمہاری سجاوٹ اور کام کاج میں مصروف دیکھ کر تو واقعی یقین نہیں کرنے کو دل چاہتا تھا کہ تم وکیل ہوا ور کبھی یاد آجاتا ہے تو ساتھ دے دیا کرو۔" اس کے سولہ سنگھار کو نظر بھر کر دیکھا۔

"میں نے وکالت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیرباد کہنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔"

"اچھا بھلا ہنر ضائع کروگی۔"

"اتنا ہی اچھا ہوتا تو نہ ہارتی۔" ہمیشہ حق دینے کا قصد کرتے ہی زبان پھسل ہی گئی جواباً مبین سراج کا بھرپور قہقہہ گونجا۔

"تمہیں بار بار کہتا ہوں میں کہ ہاری تم نہیں تھی اس روز شکست میں نے کھائی تھی۔" اس کے دل کی بے کلی کو بھی چٹکیوں میں اڑا دیتا۔

"کام کریں کام۔۔۔ اتنا پڑھیں کہ ہاریں نہیں۔" اپنی طرف سے توجہ ہٹا کر کتابوں کی جانب توجہ مبذول کراتے ہوئے بولی۔

"تم دعائیں دوگی تو میں نہیں شکست کھاؤں گا۔" اتنا مان تھا اس پر وہ چپکے سے اٹھ گئی۔

جانے کیا ذہن میں آیا کہ بیگ میں کپڑے رکھتے ہوئے فون کی طرف بڑھ گئی۔ مبین کورٹ گیا ہوا تھا۔ اسپتال کا نمبر ملالیا جہاں شاداب ایڈمٹ تھی بڑی کام سے جی چراتی نرس سے ریکارڈ نکلوانا بھی بڑے اصرار و ضد کا کام تھا۔ اس نے نام صیغہ راز میں ہی رکھا تھا جاننے والی ظاہر کیا اور پھر چند ثانیے بعد جو خبر ملی اس سے اعصاب جیسے مفلوج ہوگئے کہ شاداب نامی عورت انہی دنوں قضائے الٰہی سے فوت ہوگئی تھی۔ وہ دیوانوں کی طرح تحقیق کرنے لگی۔

"وہی شاداب جس کا کیس بھی چلا تھا۔ جس کا ایک سائیڈ جسم کا جلا تھا۔"

"ہاں جی وہی شاداب۔" نرس نے اس کے شوہر کا نام بتایا تو یقین راسخ ہوگیا۔

"بیرونی زخموں سے تو کھیل ہی رہی تھی اندرونی شکستگی کی تاب نہ لاسکی ہوگی کیس ہارنے کے بعد۔" وہ بے جان ہو کر بیڈ پر گر گئی۔ ایک قتل تمہارے کھاتے میں درج ہوا ہے مبین سراج۔ راشی، قاتل اور نہ جانے کس کس روپ میں سامنے آؤگے۔ میرے مسیحا بنتے ہو میری ہی صنف کو اپنے ہاتھوں زہر پلا کر۔

بے اختیار ابو یاد آرہے تھے۔ میں جتنی پارسا بنتی تھی۔ ابو یہ سب شاید انہی کی سزائیں ہیں۔ میرے غرور کی بہت کڑی سزا ملی ہے میں نے جو پہلی ملاقات میں اس کی کمائی اپنے اوپر خرچ نہ ہونے دی تھی کہ کہیں میرے جسم کو حرام کا نوالہ نہ لگ جائے۔ آج میری میں رگوں وہی خون دوڑتا پھر رہا ہے۔ بہت بری طرح میں پسپا ہوئی ہوں۔ ایک طرف مبین کی محبت پر ایمان لانے لگتی تو دوسری طرف کسی بے گناہ کی لاش نگاہوں کے سامنے گھومنے لگتی۔

کس دل سے اس کے ساتھ گاؤں کا سفر طے ہورہا تھا یہ صرف وہی جان سکتی تھی۔ زخمی نگاہوں سے اس کے ڈرائیو کرتے مضبوط ہاتھوں کو دیکھتی۔

"آپ کا کوئی کیس غالباً" الجھا ہوا تھا کیا بنا اس کا؟" مبین نے موڑ کاٹا۔

"حل ہوگیا جناب۔۔۔ حسب معمول میں جیتا۔ یہی تو صبح میں بتانے کی کوشش کررہا تھا اور آپ ہاتھ نہیں آرہی تھیں۔"

"جتنا کچھ آپ نے سنادیا اور جتا دیا وہی کافی ہے مبین صاحب!" تیکھی نگاہ ڈال کر شیشے سے باہر دیکھنے لگی۔

"کسی لڑکی کے ماں باپ بچپن میں ہی وفات پاگئے تھے۔ چچا چچی نے جائیداد ضبط کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی لیکن لڑکی پڑھ لکھ گئی تھی اس لیے اپنے حق کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ویسے دیکھو بڑی ہمت کی بات ہے ایک تو ان صاحبہ نے تعلیم حاصل کی، خالہ خالو کے تلخ ماحول میں اور جائیداد پر بھی نگاہ رکھے ہوئی تھیں۔

...خبر ہوئی اب دونوں گڑبڑ کررہے ہیں فوراً" مقدمہ ...ائر کردیا۔ ایسی ہی جی دار لڑکیوں کی ضرورت ہے اس ...ہی معاشرے کو۔" اس نے اندر ہی اندر قہقہہ لگایا۔

"سب تعلیم کی بدولت ہے جو انسان کو جی داری پر اکساتی ہے ورنہ جاہل طبقہ اگر خود کو کمزور پوزیشن بھی کرتا تو معاشرہ اسے کمزور بنا دیتا ہے کسی نہ کسی مقام پر پیچھے رہنے پر مجبور کردیتا ہے۔" معنی خیزی سے گویا ہوئی۔

اس نے بھرپور تائید کی۔

"صحیح کہہ رہی ہو اسی لیے تو ہنر کہیں پیچھے اور میرٹ بہت آگے ناانصافی رچی بسی ہے ماحول میں۔"

"میں نہیں بھی مطلب پتا ہے ناانصافی کا۔" مسکراتے ہوئے پانی کا کین نکالا۔

چھ گھنٹے کی مسافت طے کرنے کے بعد وہ لوگ گاؤں پہنچے تو جیسے روشنیوں کے سیلاب امڈ آئے تھے پورا گاؤں بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ ہر طرف چراغاں ہی چراغاں تھا۔ ان کے گاڑی سے اترتے ہی آتش بازی اور پٹاخوں کا جو سماں شروع ہوا کہ روشنیوں میں کچھ بھی سجھائی نہ دے رہا تھا۔ اس قدر چکا چوند ہو رہی تھی ڈھول تاشوں والے الگ ماحول کی رونق میں اضافہ کیے ہوئے تھے۔ مبین کے ہاتھوں میں اس کا ہاتھ تھا جس کی ہمراہی میں وہ آگے بڑھ رہی تھی۔

سب کچھ ان کے اعزاز میں تھا۔ اماں نے آگے بڑھ کر گلے لگالیا۔ پورا خاندان پھولوں کے ہار لیے حویلی تک قطار بنائے کھڑا تھا۔

"میری بھابی کا وزن پھولوں سے ہی بڑھ گیا ہے۔" بڑی نند نے ساتھ لگالیا۔ خاندان کی لڑکیاں، بچیاں حیرت سے اسے دیکھ رہی تھیں

کیمرے فلش اور مووی کی لائٹوں سے سر میں درد شروع ہوگیا لیکن اس لمحے کسی بھی بے زاری کا اظہار کرنا بداخلاقی کے زمرے میں آجاتا۔ فرداً" فرداً" سب سے ملنے لگی۔ چھوٹی نند جو ایف ایس سی کررہی تھی وہ تعارف کروانے لگی۔

"صدقے۔۔۔ بچی، بس کر اندر لے جا بھابھی کو ابھی تھک گئی ہوگی میری بچی۔ تازہ دم ہولے تو پھر تفصیل سے تعارف کروانا یہ ہلہ گلہ تو چلتا رہے گا۔" اماں اپنے بھاری بھرکم وجود سمیت اس کے پاس آگئیں نثار ہوجانے والی نظروں سے دیکھا۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر بڑھ گئیں۔ سب کی سب پیچھے چل پڑیں۔

شاندانہ نے سب کو ادھر ادھر کے کمرے میں ٹھہرا دیا تاکہ وہ تنہائی میں سکون کے کچھ سانس لے سکے اور اس کے کمرے میں لا کر دروازہ لاک کردیا۔ اس نے اردگرد کا جائزہ لیا۔

کون سی ایسی شے تھی جو کمرے میں موجود نہ تھی۔ آسائشوں کی بہتات تھی۔ مبین کو مردان خانے سے اماں نے کسی کو پیغام دے کر بلوا بھیجا۔ وہ آیا تو شاندانہ نے آڑے ہاتھوں لیا۔

"تمہیں خبر نہیں تھی پورا گاؤں اکٹھا ہوگا۔ اس کے کپڑے ہی کچھ کامدار سے بنواتے۔" مبین مسکرایا۔

"نہیں۔۔۔ آپی۔۔۔ میں خود ہی۔۔۔" وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔

"تم چپ کرو، اس بے چاری کو کیا معلوم ہوگا یہاں کے لوگوں کی چہ مگوئیوں کا۔ یوں لٹے چلے آرہے ہو جیسے بھگا کر لائے ہو۔" وہ سر کھجانے لگا۔

"اصل میں آپی میں پہنتی ہی کاٹن کے کپڑے ہوں۔"

"اے بچی۔ کیا شادی والے روز بھی تم نے یہ سوتی کپڑے پہنے تھے۔ ماحول کی مطابقت سے تبدیل تو کرنا پڑتا ہے نا۔" اماں نے پیار بھری ڈانٹ پلائی۔

"ہم نہ پہنچتے تو شاید ایسے ہی کپڑوں میں شادی بھی ہوجاتی۔" وہ جھینپ گئی۔

"یہ سارا قصور ان کے شوہر نامدار کا ہے جو اپنی وکالت میں سب کچھ بھول بیٹھے ہیں۔" مبین نے ہنستے ہوئے ہاتھ اٹھا کر اسے اشارہ کیا وہ سر جھکا گئی۔

"یقین کریں آپی گھر میں یہ ایسے بج سنور کر رہتی ہیں جیسے چودھرائن اور سفر پہ چلتے ہوئے یہ لبادہ چڑھا لیا

اب اس میں میرا کیا قصور میں نے سمجھا گرد مٹی میں کپڑے اٹ جائیں گے اس لیے۔"

"چلو چھوڑو ان باتوں کو بیٹی سحاب تم نہا دھو لو۔ کمرا در کمرا بھرا پڑا ہے لوگوں سے، تمہیں دیکھنے کو۔"

صادقہ دونوں کے لیے پستہ الائچی سے مزین دودھ لے آئی۔ اتنا ہیوی دودھ اس سے پیا نہ گیا۔

"بس آپی راستے بھر میں کھاتی آتی ہوں۔ اب ٹھہر کر ہی کچھ لوں گی۔"

"لگتا تو نہیں اتنی پیٹو ہو تم، بو تیک میں اسمارٹ سی گڑیا لگتی ہو۔"

ہنستے ہوئے واش روم کا رخ کیا۔

"خیر سے تمہاری امی کب تک پہنچیں گی اولا" تو تم لوگوں کے ساتھ ہی آجانا تھا۔"

"امی کو کچھ کام ہے جلد ہی آجائیں گی۔"

یہاں پیار و الفت کی نئی روش پر گامزن ہو رہی تھی وہ اتنے برس تنہا امی کے ساتھ رہتے ہوئے ایک دم سے بھرا پڑا ماحول کیسی نیٹ کرنے لگا اوپر سے جو بھی نظر اٹھتی وہ محبت سے پر ہوتی۔ جدھر وہ نظر اٹھاتی چاہتوں کا گلزار آباد دیکھتی۔ دو ملازمہ تو ہمہ وقت ساتھ ہوتیں کہ ایک اشارے پر اس کی خواہش پوری کر دی جائے۔

فنکشن کے دن تک امی بھی آگئیں۔ شہزادیوں کی طرح بیٹی کو اٹھتا بیٹھتا دیکھ کر سکون کی لہر جاگزیں ہو گئی۔ فنکشن پر اماں نے ہر غریب کو کپڑے بانٹے سب کی نظروں میں عقیدت کا رنگ تھا۔

یہ دور بھی اختتام پذیر ہوا لیکن اماں اور شاندانہ اسے سادہ رہنے ہی نہیں دیتیں۔ ہروقت ٹپ ٹاپ میں بھاری زیورات سمیت بقول ہمین چودھرائن بنائے رکھتیں۔

ان لوگوں میں کوئی دکھاوا نہیں تھا۔
غریب ہاریوں پر ظلم نہیں تھا۔
گھٹی گھٹی جہالت میں ڈوبی فضا نہیں۔
سب کے چہروں پر ہنسی مسکراہٹ کا دور دورہ، کھلا کھلا اجلا ماحول۔

پھر۔ پھر یہ الجھن سی دل میں کیوں بپا ہے؟

"اس ایک واقعے کو دل بھول کیوں نہیں جاتا جس نے سارے دلربا مناظر پہ دھندلی سی دبیز تہہ تان دی ہے۔ جی ان لمحوں کو کشید کرنا چاہتا ہے لیکن نہیں کر پاتا۔

آرزو کے گلستان میں یہ غبار کیسا ہے؟
یہ سامنے جو میرے لیے دست عیسیٰ بنا بیٹھا ہے
کہاں سے لگتا ہے کہ راشی ہے۔ قاتل ہے؟
میرے لمحوں کو آسان کر مولا۔

میں یہ زندگی واپس بھی نہیں کرنا چاہتی اور کسی خلش کو بھی دامن گیر نہیں رکھنا چاہتی۔" بے اختیار دل مچلا۔

بہت دیر سے مبین کو نماز پڑھتے دیکھ رہی تھی۔ وہ اس سوچ میں ڈوبی بیٹھی تھی۔ ہوا بالوں کی لٹوں سے اٹکھیلیاں کر رہی تھی۔ مبین نے شرارت سے کھنکارا تو ہوش کی دنیا میں واپس آئی۔

"تم شاید اپنے مجازی خدا کی عبادت میں مصروف تھی۔" بے اختیار وہ ہنس پڑی۔

"ہنستی رہا کرو اچھی لگتی ہو۔"

ہونٹ بے بات ہنسے
زلف بے وجہ کھلی
حواب دکھلا کے مجھے
نیند کس سمت چلی
خوشبو رائی میرے کان میں سرگوشی کی
اپنی شرمیلی ہنسی میں نے سنی
اور پھر جان گئی
میری آنکھوں میں تیرے نام کا تارہ چمکا

اسے انکشاف ہوا تھا کہ وہ مبین سراج کی محبت میں گرفتار ہو چکی ہے۔

ایک روز اسی طرح سہ پہر نکلی تو کچے پکے کوارٹروں کے پاس سے گزرتے ہوئے تنور پر روٹیاں لگاتی مائی بہت متاثر کرنے لگی دیر تک اس میں سے اٹھتے ہوئے شعلوں کو دیکھتی رہی مائی بے چاری سراسیمگی میں گرفتار تھی کہ چودھری صاحب کی بہو

آخر بغور تنور اور پکی ہوئی روٹیوں کو کیوں دیکھ رہی ہے۔

"مبین! میں ٹرائی کروں۔" اس کی انوکھی خواہش پر چونک کر دیکھا۔

"پاگل ہو گئی ہو گرمی لگے گی۔"

"نہیں ناں۔ پلیز صرف ایک روٹی ڈالوں گی اندر اور چمٹے سے نکالوں گی پلیز۔" وہ مچل مچل گئی۔

"او کے جلدی کرو۔"

مائی منع کرتی رہ گئی "صرف ایک" اس کے اصرار پر مبین دیکھتا رہ گیا۔ اس نے روٹی بیلی اور تنور میں ڈالنے جھکی تو پسینے سے تربتر ہو گئی۔ گرم گرم شعلوں کی تپش نے چہرہ جیسے جھلسا دیا۔ گندمی رنگت آگ بن کر دہکنے لگی۔ مبین پریشان اس کی ضد کو دیکھتا رہا۔

جلد ہی روٹی پک گئی اس نے چمٹا ڈال کر روٹی نکالی جو کہ بالکل صحیح پکی تھی۔ ابھی خوش ہو کر اسے دیکھنا ہی چاہا تھا کہ چمٹا چھوٹا اور بازو پر جا لگا۔ سسکی بلند ہوئی مبین نے دونوں ہاتھ پکڑ کر اتار ا۔ غصے سے بری حالت ہو گئی ساتھ اس کی پریشانی نے بھی اذیت میں گرفتار کر دیا۔ بازو اوپر کیا گورے بازو کی کھال ذرا سی جل گئی اور آبلہ بن گیا وہ جلن سے نڈھال ہو گئی۔

"تمہیں میں نے کہا بھی تھا جس کا کام اسی کو ساجھے۔"

مائی الگ ندامت میں گرفتار جیسے اسی کی وجہ سے یہ سب ہوا، اوپر سے مبین کی ڈانٹ سن کر اور سہم گئی۔

"مائی تم کام کرو۔ تم کیوں ڈر رہی ہو؟" والٹ سے پچاس روپے کا نوٹ نکال کر جلدی سے پکڑاتے ہوئے جیسے اس کے ڈر کو کم کرنا چاہا۔

"صاحب آٹا لگا دیں اوپر فی الحال یہی ہے پاس۔"

اس کے حواس بحال ہوئے۔

"نہیں، انڈا ہے تمہارے گھر میں؟"

"ہاں جی وہ تو ضرور ہو گا۔ مرغیاں کس مرض کے لیے پالی ہیں۔" وہ دوڑ کر کوارٹر میں گھس گئی۔ مبین نے انڈے کی سفیدی اوپر لگا دی تو کچھ ٹھنڈک پڑی۔

گھر پہنچتے پہنچتے صادقہ کو خبر ہو گئی جس نے شور مچایا

کر پوری حویلی کو اکٹھا کرلیا؛ بھی کا ہاتھ جل گیا۔ اماں دوڑی دوڑی آئیں۔ مبین نے سارا احوال سنایا تو وہ حسب معمول اسے ہی قصوروار ٹھہرانے لگیں۔

"تم نے کہہ دیا ہوگا کہ ہاں چڑھ جاؤ۔" ٹھنڈے پانی سے ٹکور کرکے برنال ملی۔

"ہاں جیسے یہ تو بڑی معصوم ہیں ناں۔ منع کرنے کے باوجود ضد کرنے لگیں۔"

شام ڈھلتے ہی شاندانہ آگئی۔

"کیوں پاگلوں والے کام کرنے بیٹھ جاتی ہو۔ تنور کی تپش سے رنگ بھی خراب ہوگیا ہے۔"

"آپی ذرا سا تو جلا ہے اور کون سا میں نے پورے گھر کے لیے روٹیاں بنائیں جو رنگ بھی خراب ہوگیا۔" اسے ہنسی آگئی وہ سر جھٹکتی اندر بڑھ گئیں۔

اتنا پیار' اتنی کیئر ذرا سے جلنے پر شاداب کو کیسا محسوس ہوا ہوگا جو اندرونی و بیرونی تپش میں سلگ کر مرگئی۔ جانے کہاں سے وہ پھر یاد آگئی۔ یہ ذرا سی جلن اتنی اذیت ناک ہے تو وہ مر مر کر جی ہوگی۔ اس کی اذیت کچھ اور بڑھ گئی۔

"میری بات نہیں مانوگی تو ایسا ہی ہوگا۔" مبین نے کمرے میں اپنی اہمیت جتائی۔

"کس بات سے گریز کرتی ہوں میں؟ وہ تو بس ذرا سا شوق چڑھا تھا۔ ویسے مبین یہ اذیت مجھے اتنی محسوس نہیں ہوئی لیکن جب ایک ہستی کے وجود پر لگے آبلے مجھے یاد آتے ہیں تو میری تکلیف میں کئی گناہ اضافہ ہوجاتا ہے۔" وہ خود بھی کئی دن سے محبت اور الجھن کی کشمکش میں پس رہی تھی۔ وہ بے یقینی سے دیکھنے لگا۔

"کون سی ہستی...؟"

"شاداب... جو مرگئی انہی دنوں جب وہ اپنا کیس ہار گئی تھی۔"

"کون شاداب؟" اسے حقیقتاً" وہ یاد نہیں آئی کیوں کہ سیکڑوں واقعات اس کی نظر سے گزرتے رہے تھے۔

"وہی کیس مبین جو ہماری قربت کی وجہ بن گیا۔"

"اوہ..." اسے جیسے کچھ یاد آیا۔ "ہاں وہ جلی بھی بہت بری طرح تھی۔"

"اور ہار نے اس کی موت میں اہم کردار ادا کیا۔" اس نے جیسے کچھ جتانا چاہا۔

"ظاہر ہے ایسے کام کا ایسا ہی انجام ہوتا ہے۔"

"مبین! آپ مجھ سے کتنی محبت کرتے ہیں؟" وہ دزدیدہ نگاہوں سے دیکھا۔

"کیا تمہیں ابھی تک اندازہ نہیں ہوسکا؟" وہ شاکی ہوا ساتھ بے محل گفت و شنید پر حیران بھی۔

"پھر میرے سر پر ہاتھ رکھ کر ایک قسم کھائیں۔"

"واٹ..." وہ یوں اچھلا جیسے کرنٹ لگا ہو۔ "کیا کہہ رہی ہو تم؟"

"ہاں میں صحیح کہہ رہی ہوں آپ میرے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائیں کہ اس عورت کے ساتھ بے انصافی نہیں ہوئی تھی۔ جس احساس نے اب تک مجھے کھل کر ہنسنے نہیں دیا۔ آپ کی بھرپور محبتوں کو محسوس کرکے بھی میں نے ایمان لانے سے گریز کیا ہے کہ اس ایک واقعے نے آپ کی شان و شوکت کو بھی مشکوک بنادیا کہ یہ تخت و تاج بھی ناجائز ہی نہ ہوں۔"

اس کی زبان سے الفاظ نہیں انگارے برس رہے تھے۔ مبین سراج کے وجود پر اتنی بڑی غلط فہمی کا شکار وہ اب تک رہی ہوگی' یہ اسے خبر نہیں تھی۔ اس واقعے کو تو وہ سحاب کی غلط فہمی سمجھ کر بھلا بیٹھا تھا جو وقت گزرتے مدہم پڑ گئی ہوگی لیکن اسی خلش کی شاہراہ پر اب تک کھڑی ہوگی' یہ معلوم نہ تھا۔

"ناجائز" کا لفظ ہی اتنا خطرناک تھا کہ اس کے اندر دوڑتے پھرتے لہو کو لاوا بنا ڈالا تھا۔ شروع میں تو محض جذبات سمجھ کر بھلا دیا تھا لیکن اس وقت معاملہ کلیئر نہ کرنا زندگی کا روگ بن گیا تھا۔

کیٹلی نگاہوں سے اس کے سادہ تاثرات والے چہرے کو دیکھا جس کے دل میں غلط فہمی کا ایسا انبار تھا جس نے اس کی محبتوں کو کہیں دبا دیا تھا۔ اس کی ساری چاہتیں گھٹی گھٹی سانس لے رہی تھیں۔

وہ تیزی سے کمرے سے نکل گیا۔ اس نے لب کاٹ کاٹ کر زخمی کرلیے۔

دوسرے روز ہی سپاٹ چہرے سمیت روانگی کے احکامات جاری کردیے۔ یہ وہ چہرہ تو نہیں لگ رہا تھا جس پر چمکتی آنکھیں ہمہ وقت محبت کے مشکبو بادل برسایا کرتی ہیں۔

اتنی سرد مہری انداز میں تھی کہ وہ یہ سوچ کر ہی کانپ گئی کہ اس اکیلے گھر میں یہی انداز رہے تو وہ کیا کرے گی لیکن جانے سے انکار بھی نہیں کرسکتی تھی۔

سب نے بے حد دعاؤں اور پیار کے حصار میں اسے رخصت کیا یوں لگ رہا تھا جیسے اپنے گھر سے وہ رخصت ہو رہی ہو۔ مبین سب سے پیار لے کر گلے لگ کر گاڑی میں آبیٹھا۔

سارے راستے وہ خاموش تھی جس کا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ واپسی کا سفر بہت بے مہر رہا۔ سب اسے اپنی غلطی سمجھتی رہی۔ لیکن مطمئن تھی کہ برسوں کے دھندلے بڑے آئینے کی گرد اس نے صاف کردی تھی۔

بس مبین کی خاموشی اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ دل وہی انداز و آہنگ مانگتا تھا جو اب سے چند روز پہلے تھا۔ جس شخص کو نہ پانے کے لیے دعائیں کی تھیں اب اس کی نگاہوں تک سے بے زاری بری لگ رہی تھی۔ اس نے گھر لاکر بھی یوں اسے فراموش کردیا جیسے اس کا وجود ہی نہ ہو۔ رات گئے لائبریری میں بیٹھا رہتا۔ جی چاہتا وہ خود منا لے لیکن انا آڑے آجاتی۔

ایک ہفتہ بعد اسے تیار ہونے کو کہہ دیا۔

"کہاں چلنا ہے؟" بہت مان سے دیکھا۔

"ہر بات کی وجہ مت پوچھا کرو۔" برفاب لہجے میں کہتے ہوئے اسے بھی ٹھٹھرنے پر مجبور کردیا۔

گاڑی کچے کی طرف رواں تھی۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد ایک خستہ سے گھر کی طرف گاڑی رکی۔ ننگ دھڑنگ بچے باہر دوڑتے پھرتے نظر آئے۔ مبین نے دروازے پر لٹکتی کنڈی کھٹکھٹائی اندر سے صاف رنگت کی عورت نکلی جس نے بچی کو گود میں اٹھا رکھا تھا۔ مجبوراً" مبین کی ہمراہی میں وہ گندی مندی سی دہلیز بھی عبور کرنی پڑی۔ اندر کمرے میں کچھ سکون نصیب ہوا کہ باہر کا غلیظ منظر نگاہوں سے اوجھل ہوگیا تھا۔

"یہ سحاب انجم ہیں جنہوں نے شاداب کا کیس لڑا تھا۔" وہ اس عورت سے مخاطب ہوا سحاب چونکی۔

"اور یہ شاداب کی چھوٹی بہن ہیں۔ بی بی بات دراصل یہ ہے کہ یہ آج تک سمجھتی آئی ہیں کہ شاداب صاحبہ کا کیس انہوں نے ہار کر کوئی بہت بڑا جرم کیا ہے۔ اس کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے۔ آپ خود بتائیں کہ اصل معاملہ کیا ہے؟" خالصتاً" اجنبیوں والا انداز تھا۔

عورت نے ٹھنڈی سانس بھری۔ دونوں ٹوٹی پھوٹی کرسیوں پر براجمان تھے۔

"کیسی بے انصافی؟ کیسا جرم بی بی؟ جرم تو اس نے کیا ہم لوگوں پر ہماری حیثیت تو آپ دیکھ ہی رہی ہیں۔ ہم اسی حیثیت کے لوگ ہیں وہ تو بھلا ہو سرور کا جو اسے بیاہ کرلے گیا۔ عزت دی۔ کھانے پینے کو اچھا دیا۔ بھاگ جاگ گئے شاداب کے پر اس نے قبول کب کیا اس بھلائی کو۔"

پرانے ذکر پر عورت کی آنکھیں بھی بھر آئی تھیں اور وہ تو جیسے منجمد بیٹھی تھی۔

"ہم سات بہنوں میں وہ ہی نصیبوں والی تھی جسے سرور جیسے کھاتے پیتے گھرانے کے لوگوں نے پسند کیا لیکن وہ جی ادھر ہی پڑوس کے لڑکے سے دل لگا بیٹھی۔ لڑکا چرس پیتا تھا۔ اپنے جھوٹے وعدوں' قسموں پر بہلائے رکھتا شادی کرنے جوگے تو تھے نہیں وہ نہ کماتا تھا نہ کھانا پینا اچھا تھا انہی دنوں سرور نے اسے پسند کرلیا اور اماں ابا نے زبردستی شاداب کی مرضی کی پروا کیے بغیر شادی کردی۔ سسرال والوں کو دشمن سمجھنے لگی۔ انہیں کیا معلوم تھا اس کے کرتوتوں کا۔ ایک دوبار تنگ آکر سرور نے ایک دو تھپڑ لگادیے تو وہ دشمنی کی آگ میں بھی جلنے لگی۔ چرسی سے بھی ملنا نہیں چھوڑا وہ اسے ورغلاتا کہ اب بھی وقت ہے وہ طلاق لے لے اور سرور اپنی عزت رسوا نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے طلاق نہیں دی لیکن اللہ کو کب تک اس کی شہ زوریاں منظور تھیں۔ اس روز طیش میں آکر چولہا جلا کر تیل کی بوتل

اوپر رکھنے لگی تو بوتل گری اور آگ لگ گئی۔ وہ جو جلی سو جلی لیکن موقع ضائع نہیں جانے دیا۔ ان لوگوں کو پھنسانے کا جنہیں وہ اپنا ازلی دشمن سمجھتی تھی۔ وہ بہت سادہ لوگ تھے جی۔ حیران ہی رہ گئے اس کی کارروائی پر اور مزید اپنی ذلت منظور بھی نہ تھی۔ سو طلاق دے دی۔ پھر رب کو اس کا یہ غلط عمل بھی پسند نہیں آیا اور دانہ پانی اٹھ گیا۔"

حقوق نسواں کی ایسی چادر آنکھوں کے آگے تھی کہ وہ کیس کم لڑ رہی تھی۔ شاداب کے حق کا خیال زیادہ تھا۔ اسٹڈی کم کر رہی تھی شاداب کے زخموں کا احساس زیادہ تھا۔ ریسرچ کم کیا تھا اور شاداب کے پاس زیادہ جاتی رہی تھی۔ صرف اس لیے کہ "لاچار عورت" کو کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔

لیکن اس عورت کی خود ساختہ لاچارگی نے سحاب انجم کو اپنی ہی نظر میں مجرم ضرور بنا دیا تھا۔

وہ جیسے گڑ گئی تھی زمین میں۔

"تو جس وقت وہ اسپتال میں تھی اس وقت آپ لوگ کہاں تھیں؟" اب پوچھنے کو یہی ایک سوال رہ گیا تھا۔

وہ آنکھیں صاف کر رہی تھی۔

"ہم ادھر ہی تھے جی اس نے اپنے گھر آنے کی بھی زیادہ اجازت نہیں دی ہوئی تھی۔ اس کے کرتوت بتاتے تھے کہ وہ کچھ کرنے والی ہے اگر وہ اتفاقیہ نہ جلتی تو خود کشی ضرور کر لیتی۔ اماں ابا تو اس کی شادی کے بعد فوت ہو گئے۔ میرے میاں نے اسپتال آنے کی ایک بار اجازت دی تو کیس کی بات ہی نہ کریں۔ اس کے خیال میں جس عورت کو اپنی عزت کا خود احساس نہ ہو اس کے لیے آواز اٹھانا برا ہے۔ اس کے سسرال والے اب بھی آتے ہیں جی، وہ بہت شریف لوگ ہیں۔ دنیا میں ایسے لوگوں کی مثال نہیں ملتی۔"

اس کے سارے تاثرات ندامت میں ڈھل گئے تھے۔ سر جھکائے ایسے بیٹھی تھی جیسے مجرم اعتراف جرم کر رہا ہو۔

"فیصلہ تو صحیح ہو گیا تھا جی آپ تو خوامخواہ شرمندہ رہیں۔"

شرمندہ تھی کب، سر تو اب جھکا تھا اپنی غلط فہمی پر اس سے مزید بیٹھا نہ گیا کرسی کھسکا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلیں۔" مبین نے شکریہ ادا کیا اور اسے سادہ چہرے سمیت لے کر نکل آیا۔ وہ تو بات کرنے کے قابل بھی نہ رہی تھی اتنے پیارے انسان کی طرف سے خفگی پالتی رہی۔ پورے فیملی والوں کی محبت کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتی رہی۔

جو خوب صورت لمحے پل پل اپنے دامن میں بٹورنے کے تھے وہ گنواتی رہی۔ انگلی میں پڑی رنگ کو اضطراب و اضمحلال میں گھماتی رہی لیکن نظریں جو اٹھائیں تو گاڑی کا راستہ ہی کوئی اور نظر آیا۔ شاید امی کے گھر کا راستہ تھا وہ کانپ گئی۔

"مبین۔ یہ کہاں جا رہے ہیں آپ؟" لب بھینچ کر اس نے بے قرار صورت دیکھی۔

"وہاں جہاں تم حلال کی کمائی کھا سکو۔" تازیانہ سا برسا تھا کچھ بولنے کی کوشش کیا کرتی زبان مصلوب ہو گئی تھی۔

"میرے پاس سب حرام کا ہے۔ میں کبھی کبھی تمہارے بدلے ہوئے رنگ محسوس کرتا تھا لیکن یہ گمان نہ تھا اپنی سوچوں میں اس حد تک آگے بڑھ جاؤ گی۔"

"پلیز مبین، آئی ایم سوری۔" اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تو اس نے ہٹا دیے۔

گھر کا گیٹ سامنے آ چکا تھا۔

"میں نہیں اتروں گی مجھے واپس لے چلیں۔"

"ٹائم مت برباد کرو سحاب مجھے ویسے بھی بہت کام ہیں۔"

"میں ہیلپ کروں گی آپ کی۔"

"مجھے تمہاری ہیلپ کی اور تمہاری کوئی ضرورت نہیں۔" اس قدر سنگین رویہ کہ آنسو ٹپک پڑے چپ چاپ اتر آئی۔ وہ گاڑی ٹرن کر کے دھول اڑاتا ہوا نکل گیا۔ وہ تو شکر تھا امی بوتیک میں تھیں اپنے پاس پڑی چابی کام آ گئی اور اپنے کمرے میں آ گئی۔ آنسوؤں سے تکیہ بھیگ گیا۔

سب اس کے اپنے کیے کا تاوان تھے۔ امی کو فریش حالت میں ملی کہ مبین چھوڑ گئے ہیں۔

"اسی وقت فون کر دیتی۔" پیار سے پیشانی پر آئے بال سمیٹے۔

"میں نے سوچا آپ ڈسٹرب ہوں گی۔" انہیں کیا پتا کہ وہ اس وقت کس حال میں تھی۔

"ماؤں کے ساتھ اتنا فارمل نہیں رہتے۔ خیر پتا چل جائے گا آہستہ آہستہ۔" وہ پھیکی مسکراہٹ مسکرا دی۔

ہر رات گزرے واقعات زخم ہرا کرنے آن کھڑے ہوتے مبین کی یاد آتی تو اندر ہی اندر سسکتی رہتی۔ کئی مرتبہ فون کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ریسیور رکھ دیتا تھا اور میسج ٹون پریس کر دیتا۔ ہفتہ اسی طرح گزر گیا۔ امی نے پوچھا تو جواب دیا چلی جاؤں گی کچھ دن کے بعد یا مبین خود لینے آ جائیں گے۔

پندرہ دن بعد مبین کی سالگرہ کا دن بھی آ گیا۔ اسے کوئی رسپانس ابھی تک نہیں ملا تھا۔

"اتنے سنگ دل تو نہیں تھے آپ۔" دل خود کو ہی کوسنے لگتا۔

مبین تھکے ہوئے وجود کے ساتھ اپنے آفس سے اٹھنے ہی لگا تھا کہ موبائل بجنے لگا۔ اٹھا کر کان سے لگایا۔

"السلام علیکم اور ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔" وہی رگ جاں تھی جو چین و قرار لوٹ لے گئی تھی۔ وہ تو بس اسے سبق سکھانا چاہتا تھا۔

"سحاب! ڈسٹرب مت کرو۔"

"پلیز مبین، مت موبائل بند کیجئے گا پلیز۔ ورنہ میں۔"

"ورنہ کیا؟"

"ورنہ میں گاؤں چلی جاؤں گی اور اماں اور بابا جان کو ساری رپورٹ دوں گی کہ آپ کے بیٹے نے پندرہ دن سے مجھے میکے میں چھوڑا ہوا ہے حسب معمول سارا الزام آپ پر آ جائے گا۔"

بے اختیار ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"پلیز مبین مجھے لینے آ جائیں میں غلطی پر تھی۔"

خاموشی کی شہ ملی تو وہ بے اختیار ہو گئی۔

"زندہ ہو اور کیا چاہیے تمہیں۔۔۔؟"

"کس طرح زندہ ہوں آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔" اس کی آواز بھر آئی۔

"حرام کی کمائی کھا لو گی۔۔۔؟" وہ طنز نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اس نے حالات ہی ایسے پیدا کر دیے تھے۔ اس کی سسکیوں کی آواز ابھرنے لگی۔

"چپ کرو تم۔ میری بات کا جواب دو۔" وہ ڈپٹا۔

"حرام کی کمائی نہیں کھاؤں گی لیکن آپ۔۔۔"

"آپ تو ایماندار انسان ہیں۔ اپنی محنت کے بل بوتے پر انحصار کرنے والے انسان۔"

"اچھا اس بات کا انکشاف کب ہوا محترمہ کو؟"

"پلیز مبین آپ اس روپ میں بالکل اچھے نہیں لگ رہے۔" وہ زچ ہو گئی۔ "مجھے بس لینے آئیں۔" قطعی لہجے میں فیصلہ سنایا۔

"اتنی ضد اچھی نہیں ہوتی۔" آواز میں جیسے خود بخود چاندنی گھل گئی تیرگی بندگی میں اجالا بکھرنے لگا تھا۔

"تمہاری یہ ضدیں کسی کو بے اختیار کر ڈالتی ہیں۔ سحر سا اتر جاتا ہے نفس میں اور۔۔۔"

"آپ مجھے لینے آ رہے ہیں کہ نہیں؟"

"ایک بات تو بتاؤ تمہیں گاؤں کا راستہ معلوم ہے جو دھمکی دے رہی تھیں۔"

"بالکل جناب گاؤں کا بھی، آپ کے گھر کا بھی اور۔۔۔ آپ کے دل کا بھی۔"

"پھر آپ آ رہے ہیں نا مجھے لینے؟"

"نہیں۔"

"کیا؟" وہ پھر سے نڈھال ہونے لگی۔

"تم پی سی پہنچ جاؤ میں وہیں آ رہا ہوں۔" سکون کی لہر اتری۔ "ڈنر کریں گے کیک کاٹیں گے، اور۔۔۔ اور۔" وہ موبائل بند کر کے تیار ہونے کے لیے بھاگ گئی۔